جامعہ قاسمیہ مدرسہ شاہی مرادآباد کا دینی و اصلاحی ترجمان

ماہنامہ

ندائے شاہی
مرادآباد

بانی: حضرت مولانا سید رشید الدین حمیدیؒ سابق مہتمم مدرسہ شاہی مرادآباد

مدیر: حضرت مولانا سید اشہد رشیدی صاحب مہتمم جامعہ قاسمیہ مدرسہ شاہی مرادآباد

- جاہلیت اور اسلام

نظر و فکر

- دین کے لئے قربانی دیجئے!

درسِ حدیث

- افادات سورۂ بقرہ

افادات قرآنیہ

- سلف صالحین کے روشن ملفوظات وواقعات
- آپسی محبت کیسے قائم ہو؟
- شریعت اسلامیہ کی نظر میں ضبط تولید اور اسقاطِ حمل
- امر بالمعروف نہی عن المنکر
- گناہوں کو مٹانے والے اعمال
- حضرت شیخ الاسلامؒ کا تحریک آزادی میں کردار
- پردہ اور اسلامی شریعت
- ایکس مسلم کا فتنہ
- حقوق کی بیع کے مسائل

کتاب المسائل

ذکر رفتگاں

محبوب العلماء والصلحاء

حضرت مولانا حافظ پیر ذوالفقار احمد صاحب نقشبندی مجددیؒ

جنوری ۲۰۲۶ء

قیمت ۵۰/روپے

بنگلہ دیش میں بدامنی

ڈھاکہ:- بنگلہ دیش میں آئندہ ۱۲؍فروری کو عام انتخابات کا اعلان کر دیا گیا ہے۔ سیاسی پارٹیاں انتخابی تیاریوں میں مصروف ہیں؛ جب کہ معزول وزیر اعظم شیخ حسینہ (جو اِس وقت ہندوستان میں پناہ گزیں ہیں) کے خلاف عدالت نے سزائے موت سنا دی ہے اور اُن کی پارٹی ''عوامی لیگ'' کو کالعدم قرار دے کر انتخابی عمل میں حصہ لینے پر پابندی لگا دی گئی ہے۔

اِسی دوران ۱۲؍دسمبر کو ڈھاکہ میں ایک اَلم ناک حادثہ پیش آیا کہ گزشتہ سال ''تحریک انقلاب'' کے بڑے نوجوان لیڈر ''شریف عثمان ہادی'' کو دن دہاڑے گولی مار دی گئی، جن کی علاج کے دوران وفات ہوگئی، جس کی بنا پر پورے ملک میں زبردست احتجاجی مظاہرے ہوئے اور اِس قتل کا الزام ہندوستان پر لگایا گیا۔

وہیں ''ضلع میمن سنگھ'' میں ایک اور واقعہ میں ایک ہندو شخص (دیپو چندر داس) کو نبی اکرم علیہ السلام اور اِسلام کی گستاخی کا اِلزام لگا کر مشتعل بھیڑ نے مار کر آگ لگا دی، اِس واقعہ کی بنگلہ دیشی حکومت نے شدید مذمت کی ہے۔ اور اِس حرکت کے ذمہ داروں کو قرار واقعی سزا دینے کا اعلان کیا ہے؛ تاہم اِن حالات کی وجہ سے سردست ہندوستان اور بنگلہ دیش میں سخت کشیدگی پیدا ہوگئی ہے، اللہ تعالیٰ خیر کا معاملہ فرمائیں، آمین۔

اسرائیل کی ہٹ دھرمی

تل اَبیب:- چند دن قبل اسرائیلی وزیر دفاع ''یسرائیل کاتز'' نے بیان دیا تھا کہ اسرائیل غزہ کی پٹی سے کبھی دست بردار نہ ہوگا اور شام میں جس حصہ پر تازہ قبضہ کیا ہے، اُس سے بھی پیچھے نہیں ہٹے گا۔ واضح ہو کہ اسرائیل نے گزشتہ سال شام میں ''بشار الاسد'' کی حکومت کے خاتمہ کے بعد ۱۹۷۴ء کے جنگ بندی معاہدہ سے علیحدگی اختیار کر لی تھی۔ اِسی طرح لبنان میں بھی اُس نے کئی علاقوں پر اپنی گرفت مضبوط کر لی ہے۔ بلاشبہ اسرائیل کے یہ ناجائز اِقدامات اُس کی توسیع پسندانہ منصوبہ کا حصہ ہیں اور اَقوام متحدہ کی قراردادوں کی صراحۃً خلاف ورزی ہے؛ لیکن چوں کہ بڑی طاقتیں اسرائیل کی پشت پناہ بنی ہوئی ہیں، اِس لئے کوئی ملک اُس کے خلاف مؤثر کارروائی کرنے کی ہمت نہیں کر پاتا، جو نہایت تشویش کی بات ہے۔

اسرائیلی وزیر دفاع کے بیان کے جواب میں فلسطینی تنظیم (جو اِس وقت غزہ پر حکمراں ہے) کے ترجمان ''حازم قاسم'' نے کہا ہے کہ وزیر دفاع کا غزہ پر مسلسل قبضہ کا بیان حالیہ جنگ بندی معاہدے کی کھلی خلاف ورزی ہے؛ اِس لئے کہ امریکہ کی سرپرستی میں جنگ بندی معاہدے میں صراحۃً اسرائیل کی بے دخلی کی دفعہ موجود ہے۔ ''حازم قاسم'' نے کہا کہ ''دراصل قابض فوج غزہ کی فلسطینی آبادی کو بے دخل کرنے کی کوشش کر رہی ہے، عالمی طاقتوں اور ثالث ممالک کو اِس کا جائزہ لینے کی ضرورت ہے''۔

بعد میں امریکی حکومت کے دباؤ میں اسرائیلی وزیر دفاع نے اپنا بیان واپس لینے کا اعلان کیا ہے اور یہ کہا ہے کہ ''اسرائیل کا فی الوقت غزہ میں نئی آبادیاں قائم کرنے کا کوئی ارادہ نہیں ہے''۔ لیکن ظاہر ہے کہ اسرائیل کے کسی وعدہ کا کوئی اعتبار نہیں کیا جا سکتا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جامعہ قاسمیہ مدرسہ شاہی مرادآباد کا دینی و اصلاحی رسالہ

ماہنامہ ندائے شاہی مُرادآباد

جلد : 38

شمارہ : 01

رجب ۱۴۴۷ھ

جنوری ۲۰۲۶ء

بانی: حضرت مولانا سید رشید الدین حمیدی رحمۃ اللہ علیہ سابق مہتمم مدرسہ شاہی مرادآباد

مدیر اعزازی: حضرت مولانا مفتی سید محمد سلمان صاحب منصورپوری استاذ دارالعلوم دیوبند

مشاورتی بورڈ

- مولانا اشہد رشیدی صاحب مہتمم جامعہ (سرپرست و مدیر)
- مولانا عبدالناصر صاحب نائب مہتمم جامعہ
- مولانا مفتی عبدالجلیل خان صاحب

مجلس ادارت

- کلیم اللہ قاسمی سیتاپوری (مرتب)
- محمد رضوان قاسمی اُناوی
- محمد اجمل قاسمی
- محمد یحییٰ قاسمی

سالانہ زرِتعاون بذریعہ پارسل ڈاک: 1100/- اعزازی (۲۰ سال کے لئے) 10,000/- روپئے

سالانہ زرتعاون : 500 روپئے ❖ سالانہ زرتعاون برائے واٹس ایپ (PDF فائل): 250/- روپئے

سعودی عرب، امریکہ، انگلینڈ، جنوبی افریقہ، پاکستان، نیپال، بنگلہ دیش و دیگر ممالک کیلئے 20 امریکی ڈالر

ترسیل زر کا پتہ

ماہنامہ ندائے شاہی جامعہ قاسمیہ مدرسہ شاہی مرادآباد

Monthly **NIDA - E - SHAHI**

Jamia Qasmia Madrasa Shahi Moradabad (u.p.) 244001.India

فون نمبرات: ندائے شاہی: 9058103289-09410865194 مرتب 9412677469

Website: www.madrasashahi.com

www. nidaeshahi.co.cc E-Mail:nidaeshahi@gmail.com

طباعت:- گڈ پرنٹرس اَمروہہ گیٹ مرادآباد **طابع وناشر:**- (مولانا) عبدالناصر (نائب مہتمم جامعہ)

محرر:- محمد رضوان قاسمی بجنوری **نظماء توسیع واشاعت:**- زین العابدین قاسمی سیتاپوری، محمد طفیل فیض آبادی، محمد شہزاد قاسمی بھاگل پوری **کمپیوٹر کتابت:**- نعیم الدین قاسمی

Proprietor **Ashhad Rashidi** Printed at **Good** Printers, Amroha Gate, Moradabad (UP)
Published by the Printer & Publisher **Abdul Nasir** and distributed at Darut-talaba Lal Bagh, Moradabad
Editor: Maulana Syed Ashhad Rashidi, Mohtamim Jamia Qasmia Madrasa Shahi

اِس شمارے میں

نور ہدایت	جوش کے ساتھ ہوش ضروری ہے		۵
نظر وفکر	جاہلیت اور اِسلام	مفتی محمد سلمان منصور پوری	۷
ذکر رفتگاں	حضرت مولانا پیر ذوالفقار احمد صاحبؒ	مفتی محمد سلمان منصور پوری	۱۱
درسِ حدیث	دین کے لئے قربانی دیجئے!	مولانا سید اشہد رشیدی صاحب	۱۳
افادات قرآنیہ	افادات سورۂ بقرہ	حضرت قاری صدیق احمد صاحبؒ	۱۸
مقالات ومضامین	امر بالمعروف نہی عن المنکر	حضرت مفتی شبیر احمد صاحب	۲۱
	ایکس مسلم کا فتنہ	مولانا خالد سیف اللہ صاحب رحمانی	۲۸
	آپسی محبت کیسے قائم ہو؟	مفتی محمد عفان منصور پوری	۳۳
	پردہ اور اسلامی شریعت	مفتی محمد یحییٰ قاسمی	۳۷
	سلفِ صالحین کے روشن ملفوظات وواقعات	مفتی محمد سلمان منصور پوری	۴۱
	گناہوں کو مٹانے والے اعمال	مفتی محمد اجمل قاسمی	۴۶
	ضبط تولید اور اسقاط حمل	مولانا کلیم اللہ قاسمی	۵۰
	حضرت شیخ الاسلامؒ کا تحریک آزادی میں کردار	مولانا ڈاکٹر عبد الرحمٰن ساجد الاعظمی	۵۶
کتاب المسائل	حقوق کی بیع کے مسائل	مفتی محمد سلمان منصور پوری	۶۴
جامعہ کے شب وروز	مہتمم جامعہ کے اسفار، واردین وصادرین، وفیات		۶۷

نور ہدایت:

جوش کے ساتھ ہوش ضروری ہے

ارشادِ ربانی: لَتُبْلَوُنَّ فِيْ اَمْوَالِكُمْ وَاَنْفُسِكُمْ وَلَتَسْمَعُنَّ مِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَمِنَ الَّذِيْنَ اَشْرَكُوْٓا اَذًى كَثِيْرًا وَاِنْ تَصْبِرُوْا وَتَتَّقُوْا فَاِنَّ ذٰلِكَ مِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ. (آل عمران، آیت: ۱۸٦)

ترجمہ: ”تمہاری ضرور آزمائش ہوگی تمہارے مالوں اور جانوں میں اور یقیناً تمہیں اُن لوگوں کی طرف سے جنہیں تم سے پہلے کتاب دی گئی (یہود ونصاریٰ) اور مشرکین کی طرف سے بہت سی تکلیف دہ باتیں سننی پڑیں گی اور اگر تم صبر کرو اور پرہیزگاری کرو تو یہ بڑی ہمت کی بات ہے“۔

اِس آیت میں اہلِ اِیمان کو دو باتوں کے بارے میں آگاہ کیا جارہا ہے:

(۱) پہلی بات تو یہ ہے کہ یہ دنیا دارالامتحان ہے، یہاں جان اور مال کے اعتبار سے مسلسل آزمائشیں جاری رہتی ہیں، کوئی شخص یہ دعویٰ نہیں کرسکتا کہ وہ اِن آزمائشوں سے مستثنیٰ ہے؛ جیسا کہ سورۂ بقرہ کی آیت: ﴿وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ بِشَيْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَالْجُوْعِ﴾ الخ میں بیان کیا گیا ہے۔ اِس لئے اگر ایسے حالات پیش آئیں تو مسلمانوں کو دل برداشتہ نہیں ہونا چاہئے؛ بلکہ حوصلہ سے کام لیتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرنا چاہئے۔

(۲) اور دوسری بات یہ ہے کہ یہود ونصاریٰ اور مشرکین وغیرہ کی طرف سے اسلام اور اہلِ اسلام پر طعن وتشنیع کا سلسلہ کبھی ختم نہ ہوگا۔ پس اُس کی وجہ سے مایوس نہ ہوں؛ بلکہ ہمت کے ساتھ صبر اور تقویٰ پر قائم رہیں، تو اُن دشمنوں کی حرکتیں مسلمانوں کو کچھ نقصان نہ پہنچا سکیں گی۔

اِس آیت کی تفسیر میں بخاری شریف میں واقعہ لکھا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ ہجرت فرمانے کے بعد ایک دن سواری پر سوار ہوکر انصار کے ”قبیلہ خزرج“ کے سردار سیدنا حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کی عیادت کے لئے تشریف لے جارہے تھے، راستہ میں آپ کا گذر ایک مجلس پر ہوا، جس میں عبداللہ بن اُبی (رئیس المنافقین) اور چند مشرکین اور کچھ یہودی اور بعض مسلمان موجود تھے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اُس مجلس کو دیکھ کر رک گئے اور آپ نے اہلِ مجلس کو سلام کیا اور وہاں موجود لوگوں کو اِسلام کی دعوت پیش کی اور اُن کے سامنے قرآنی آیات پڑھ کر سنائیں (یہ منظر دیکھ کر عبداللہ بن اُبی کو سخت ناگواری ہوئی) اور اُس نے

ناک پر کپڑا رکھ کر پیغمبر علیہ السلام سے مخاطب ہوکر یہ کہا کہ ’’آپ یہاں گرد وغبار مت اُڑائیے اور آپ جو بات کہہ رہے ہیں وہ مجھے اچھی نہیں لگتی اور اگر یہ سچی باتیں ہوں پھر بھی آپ ہماری مجلسوں میں آ کر ہمیں ٹھیس مت پہنچایا کریں؛ بلکہ اپنی قیام گاہ پر رہیں، جو آپ سے ملنے جائے بس اُسی کو یہ باتیں سنایا کریں‘‘۔

عبداللہ بن اُبی کی یہ گستاخانہ گفتگو سن کر اُس مجلس میں موجود ایک مخلص صحابی سیدنا حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کو بہت غصہ آیا اور اُنہوں نے پیغمبر علیہ السلام سے عرض کیا کہ ’’اے اللہ کے رسول! آپ ہماری مجلسوں میں ضرور تشریف لایا کریں، ہمیں یہ بات بہت پسند ہے‘‘۔ اِس گفتگو کی وجہ سے مسلمانوں اور مشرکین کے درمیان اُسی مجلس میں بحث بازی شروع ہوگئی اور قریب تھا کہ مار پیٹ کی نوبت آ جاتی؛ بہرحال نبی اکرم علیہ السلام نے لوگوں کو بمشکل خاموش کرایا اور پھر آپ اپنی سواری پر سوار ہوکر سیدنا حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کے گھر تشریف لائے اور اُن کو اُس مجلس میں پیش آمدہ واقعہ اور عبد اللہ بن اُبی کے طرزِ عمل کی خبر دی، تو حضرت سعدؓ نے فرمایا کہ ’’اے اللہ کے رسول! آپ اُس شخص (عبداللہ بن اُبی) سے درگذر فرمایئے، اللہ کی قسم! جس نے آپ پر کتاب نازل کی، بلاشبہ آپ اُس حق کو لے کر تشریف لائے، جو اللہ تعالیٰ نے آپ پر نازل فرمایا ہے۔ آپ کی تشریف آوری سے پہلے مدینہ اور اُس کے اَطراف کے لوگ عبداللہ بن اُبی کے سر پر سرداری کا تاج رکھنے پر متفق ہو چکے تھے؛ لیکن اللہ تعالیٰ کو یہ منظور نہ تھا (اور آپ کی یہاں تشریف آوری سے اُس کا سارا خواب بکھر کر رہ گیا) جس کی وجہ سے وہ آپ سے بغض رکھتا ہے اور اِسی بنا پر اُس نے آپ سے ایسا معاملہ کیا‘‘۔

چناں چہ پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اِس بات کا کوئی انتقام نہیں لیا اور حسبِ عادت تحمل کا مظاہرہ فرمایا۔ (تفسیر ابن کثیر مکمل ص: ۲۸۴-۲۸۵)

اِسلام کی تاریخ گواہ ہے کہ ہر زمانے میں دشمنانِ اسلام زبانی اور عملی طور پر اہل اِسلام کو اَذیت پہنچانے کی کوششیں کرتے رہتے ہیں، یہ سلسلہ کل بھی جاری تھا اور آج بھی جاری ہے، اِس کا مقابلہ محض جذباتیت سے نہیں کیا جاسکتا؛ بلکہ صبر وتحمل، عاقبت اندیشی اور حسنِ تدبیر ہی سے اِن باتوں کا مقابلہ ممکن ہے اور ظاہر ہے کہ یہ بڑی ہمت کی بات ہے۔ اِسی کو مذکورہ آیت کے آخری حصہ میں بیان کیا گیا ہے۔

موجودہ دور میں بھی ہم سب کو صبر وتقویٰ کا دامن مضبوطی سے تھام کر رکھنا چاہئے، اِسی میں کامیابی اور سربلندی کا راز مضمر ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو توفیق عطا فرمائیں، آمین۔ □□□

نظر وفکر: جاہلیت اور اِسلام (۲۳) محمد سلمان منصورپوری

زمانۂ جاہلیت میں عدت اور اُس کی شرم ناک پابندیاں

عدتِ طلاق

اَحادیث وآثار سے معلوم ہوتا ہے کہ دورِ جاہلیت میں مطلقہ عورت کے لئے کوئی عدت متعین نہ تھی بلکہ طلاق کے بعد عورت جب چاہتی اور جس سے چاہتی؛ نکاح کرسکتی تھی؛ حتیٰ کہ اگر وہ حاملہ ہوتی اور بچے کی پیدائش نئے شوہر کے پاس جاکر ہوتی تو یہ دوسرا شوہر ہی اُس کا باپ قرار پاتا تھا۔ (المفصل فی تاریخ العرب قبل الاسلام ۱۰/۲۲۸)

لیکن اِسلام نے آکر مطلقہ مدخولہ عورت کی عدت متعین کی، یعنی اگر حاملہ ہے تو وضع حمل اور اگر غیر حاملہ ہے تو تین حیض یا تین مہینے۔ اِس عدت کے دوران اُس عورت کا کسی سے نکاح جائز نہیں ہے اور بلاشبہ اِسلام کا یہ حکم فطرت اور مصلحت کے عین مطابق ہے۔

مسند الہند حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اور دیگر حضرات نے عدت کی بہت سی مصالح بیان فرمائی ہیں، جن میں سے چند مصالح ذیل میں درج ہیں:

الف:- عدت کی وجہ سے یہ معلوم ہوجاتا ہے کہ عورت کا رحم خالی ہے یا پہلے شوہر کے حق میں مشغول ہے؛ کیوں کہ ایک رحم میں دو شخصوں کے نطفے جمع ہونے کی بنیاد پر بچہ کے نسب کے خلط ملط ہونے کا خطرہ ہے؛ جب کہ نسب کا تحفظ ایسا جلیل القدر اور امتیازی معاملہ ہے جسے کوئی شریف انسان نظر انداز نہیں کرسکتا، بس عدت کے ذریعہ نسب میں اختلاط سے حفاظت کا معقول نظم کیا گیا ہے۔

ب:- عدت کی وجہ سے نکاح کی عظمت ظاہر ہوتی ہے کہ یہ ایسا امتیازی عقد ہے، جس کا اثر عقد کے ختم ہونے کے بعد بھی ایک مدت تک باقی رہتا ہے، جب کہ دیگر عقود کا اثر فوراً ختم ہوجاتا ہے۔

ج:- عدت میں عقدِ نکاح ختم ہونے پر ایک طرح سے مقررہ مدت تک غم کا اظہار بھی ہوتا ہے، اِسی لئے عدت میں زیب وزینت کی ممانعت کی گئی ہے۔ اگر تفریق کے فوراً بعد نکاح کی اِجازت دی جاتی تو یہ مقصد حاصل نہ ہوتا۔

د:- عدت کا ایک خاص فائدہ یہ بھی ہے کہ دورانِ عدت زوجین اپنی اور بچوں کی مصلحت سے دوبارہ رشتۂ نکاح قائم کرنے پر آمادہ ہوسکتے ہیں، جس میں عام حالات میں اُن سب کے لئے دوسرا رشتہ قائم کرنے سے زیادہ مصلحت ہوسکتی ہے، وغیرہ۔ (شامی، کتاب الطلاق/ باب العدۃ ۱۸۲/۵ زکریا، حجۃ اللہ البالغۃ ۳۶۷/۲ مکتبۃ حجاز دیوبند، حاشیہ ردالمحتار ۱۷۷/۵ زکریا، شیخ عادل احمد عبدالموجود، شیخ علی محمد معوض)

عدتِ وفات

البتہ شوہر کی موت کے بعد عدت کا تصور زمانۂ جاہلیت میں بھی پایا جاتا تھا اور عدت کے دوران وہ عورت کسی اور سے نکاح کرنے کی مجاز نہ تھی؛ لیکن زمانۂ جاہلیت میں وفات کی عدت مکمل ایک سال تھی، اِس ایک سال کے دوران اُس عورت پر سوگ کے طور پر نہایت شرم ناک پابندیاں لگائی جاتی تھیں۔ مثلاً:

(۱) وہ بدترین کپڑے پہنتی تھی۔

(۲) وہ گھر کی سب سے اندھیری کوٹھری میں رہتی تھی۔

(۳) وہ کسی طرح کی زیب وزینت استعمال نہ کرسکتی تھی۔

(۴) وہ کوئی خوشبو نہیں لگاسکتی تھی۔

(۵) وہ طہارت کے لئے پانی استعمال نہیں کرسکتی تھی۔

(۶) وہ ناخن نہیں کاٹ سکتی تھی۔

(۷) وہ اپنے بال صاف نہیں کرسکتی تھی۔

(۸) وہ لوگوں کے سامنے کسی تقریب میں شامل نہیں ہوسکتی تھی۔

(۹) جب سال پورا ہوجاتا تو وہ اپنی کوٹھری سے نہایت مکروہ صورت اور بدبودار حالت میں نکل کر آتی تھی اور جب اُس کے سامنے سے کوئی کتا وغیرہ گذرتا تھا، تو اُس پر مینگنی پھینکا کرتی تھی، یہ اُس کی عدت کی تکمیل کی علامت سمجھی جاتی تھی۔ (المرأۃ بین تکریم الاسلام واہانۃ الجاہلیۃ ۶۲ دار ابن جوزی القاہرہ)

(۱۰) اور بعض روایات میں ہے کہ عدت پوری ہونے کے بعد کوئی پرندہ لایا جاتا تھا، جسے وہ اپنی شرم گاہ پر رگڑتی تھی؛ تا آں کہ وہ پرندہ بھی مرجاتا تھا۔ (فتح الباری/ کتاب الطلاق ۴۸۹/۹-۴۹۰ المکتبۃ السّلفیہ)

الغرض زمانۂ جاہلیت میں بیوہ عورت پر ایک طرف شوہر کی جدائی کے غم کا پہاڑ ٹوٹتا تھا، وہیں دوسری جانب اُسے ایک سال تک نہایت ذلت ناک مراحل سے گذرنا پڑتا تھا، جو بلاشبہ عورت ذات کے

لئے سخت توہین کی بات تھی۔

اِسلام میں بیوہ کی عدت

لیکن اِسلام نے اِس شرم ناک اور ذلت آمیز طریقہ کوختم کیا اور متوفی عنہا زوجہا کی عدت کے بارے میں مدت کی تعیین اِس طرح کی کہ:

الف:- اگر وہ حاملہ ہےتو اُس کی عدت وضع حمل ہے۔

ب:- اور اگر وہ غیر حاملہ ہےتو اُس کی عدت صرف ۴؍مہینے ۱۰؍دن ہے۔

اور عدت کے دوران چند پابندیاں لگائیں، جو درج ذیل ہیں:

(۱) وہ کسی طرح کا میک اَپ نہ کرے۔

(۲) وہ کوئی زیور نہ پہنے؛ خواہ سونے چاندی کا ہو یا کسی اور دھات کا۔

(۳) باریک کنگھی سے سر کے بال نہ سنوارے؛ بلکہ ضرورت کے وقت صرف موٹے دندانے والا کنگھا استعمال کرے۔

(۴) بدن یا کپڑوں میں کوئی خوشبو نہ لگائے۔

(۵) کوئی بھی تیل بدن پر بلا عذر نہ لگائے؛ اگرچہ وہ خوشبودار نہ ہو۔

(۶) سرمہ یا کاجل نہ لگائے۔

(۷) مہندی نہ لگائے۔

(۸) بھڑک دار رنگ کے کپڑے نہ پہنے۔

(۹) نئے کپڑے نہ پہنے۔

(۱۰) ریشمی کپڑے نہ پہنے۔

(۱۱) خوشبو میں رنگے ہوئے کپڑے نہ پہنے۔

(۱۲) بلاضرورتِ شدیدہ گھر سے باہر نہ نکلے۔ (سنن ابی داؤد، کتاب الطلاق/ باب فیما تجتنبہ المعتدۃ فی عدتہا ۱؍۳۱۵ رقم: ۲۳۰۴، صحیح البخاری ۲؍۸۰۴ رقم: ۵۱۳۳، الدر المختار مع الشامی، کتاب الطلاق/فصل فی الحداد ۵؍۲۱۷-۲۱۸ زکریا، الموسوعۃ الفقہیۃ/ مادۃ: احداد ۲؍۱۰۷ الکویت، الدر المختار، کتاب الطلاق/فصل فی الحداد ۵؍۲۲۳-۲۲۵ زکریا)

یہ پابندیاں بھی دراصل شوہر کی جدائی پر سوگ منانے کے لئے ہیں؛ لیکن یہ معتدہ عورت اِس درمیان گھر والوں کے ساتھ حسبِ معمول زندگی گذار سکتی ہے، گھر کے کسی بھی حصہ میں آجا سکتی ہے، حسبِ ضرورت غسل وغیرہ کر کے صفائی حاصل کر سکتی ہے۔ اور اگر گھر میں کوئی تقریب ہو تو اُس میں شامل ہوسکتی ہے، وغیرہ۔ اُس کے ساتھ کوئی ایسا معاملہ نہیں کیا جائے گا، جس سے اُس کی دل شکنی ہو، یا سب سے الگ تھلگ کرنے کا احساس ہو۔

بلاشبہ اِسلام کی یہ تعلیم نہ صرف ایک بیوہ کے لئے تسلی اور دل داری کا سبب ہے؛ بلکہ عزت وتکریم کا عنوان بھی ہے۔ (روائع البیان فی تفسیر آیات الاحکام/علی صابونی ۱/۳۶۷ مکتبۃ الغزالی دمشق)

بعض روایات میں وارد ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے معتدہ کے لئے سرمہ لگانے کی اجازت مانگی گئی، تو آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اُس سے منع فرمادیا اور پھر آپ نے دورِ جاہلیت کی سنگ دلی کو یاد دلاتے ہوئے فرمایا کہ ''یہاں تو صرف ۴؍مہینے ۱۰؍دن کی پابندی ہے؛ حالاں کہ زمانۂ جاہلیت میں سال پورا ہونے پر بیوہ عورت کو مینگنیاں مارنی پڑتی تھیں''۔

اِس روایت کی راویہ حضرت زینب بنت ابی سلمہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا گیا کہ ''اِس حدیث میں مینگنیاں مارنے کا کیا مطلب ہے؟'' تو آپ نے فرمایا کہ ''جس عورت کے شوہر کا انتقال ہوجاتا تھا، تو وہ گھر کی کوٹھری میں داخل کردی جاتی تھی اور نہایت بدترین کپڑے پہنتی تھی اور کوئی خوشبو وغیرہ نہ لگاتی تھی؛ یہاں تک کہ جب ایک سال گذر جاتا تو ایک پرندہ لایا جاتا، جسے وہ اپنے بدن پر رگڑتی تھی، اُس کی بنا پر اکثر پرندہ مرجاتا تھا، اُس کے بعد وہ کوٹھری سے باہر آتی تھی اور اُس کے سامنے مینگنیاں رکھی جاتی تھیں، جنہیں وہ پھینکا کرتی تھی۔ اِس کے بعد ہی اُس کے لئے خوشبو وغیرہ استعمال کرنے کی اِجازت ہوتی تھی''۔

(صحیح البخاری/کتاب الطلاق/تحد متوفی عنہا زوجہا اربعۃ شہر رقم: ۵۳۳۶-۵۳۳۷، فتح الباری)

اِس تفصیل سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ اِسلام نے کتنی خوش اُسلوبی کے ساتھ عدت کے احکام متعین فرمائے ہیں، جن سے بہتر کوئی رہنمائی نہیں ہوسکتی، جو فطرت، مصلحت اور ضرورت کے عین مطابق ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اِن احکامات پر عمل کی توفیق مرحمت فرمائیں، آمین۔

ذکر رفتگاں: مجبوب العلماء والصلحاء محمد سلمان منصورپوری

حضرت مولانا حافظ پیر ذوالفقار احمد صاحب نقشبندی مجددیؒ

عصر حاضر کے عظیم بافیض صوفی بزرگ، سلسلۂ مجددیہ نقشبندیہ کے اِمام، ہزاروں ہزار عوام وخواص اور علماء کے مرشد اور شیخ، اصلاح وموعظت اور محبت ومعرفت کی جیتی جاگتی تصویر، محبوب العلماء والصلحاء حضرت مولانا حافظ پیر ذوالفقار احمد صاحب مجددی نقشبندی نور اللہ مرقدہٗ نے گزشتہ ۲۲؍جمادی الثانیہ ۱۴۴۷ھ مطابق ۱۴؍دسمبر ۲۰۲۵ء بروز اتوار صبح ۹؍بجے کے قریب ۷۲؍سال کی عمر میں داعیٔ اجل کو لبیک کہا، انا للہ وانا الیہ راجعون۔

حضرت پیر صاحبؒ کی وفات کا غم ہر طبقہ میں محسوس کیا گیا؛ کیوں کہ آپ کا دعوتی اور اِصلاحی فیض دنیا کے گوشہ گوشہ تک پھیلا ہوا تھا۔ آپ کے پراثر مواعظ ذوق وشوق سے سنے جاتے تھے، جو بالخصوص خطا کاروں کے لئے توبہ واستغفار اور رجوع الی اللہ کا ذریعہ بنتے تھے۔ آپ کا دعوتی اُسلوب نہایت اثر اَنگیز، مشفقانہ اور مخاطبین کے لئے بڑا دل نشین ہوتا تھا۔ قرآنی آیات، اَحادیثِ شریفہ اور سلفِ صالحین کے آثار وواقعات آپ ایسے درد سے بیان کرتے تھے کہ غفلت کے پردے چھٹ جاتے اور آدمی بے اختیار اپنا محاسبہ کرنے پر مجبور ہوجاتا تھا، آپ کی زندگی کا واحد مشن خود آپ کے بقول ''اللہ کے بندوں کو اللہ سے جوڑنا'' تھا، اِسی مشن کو آپ آخر دم تک انجام دیتے رہے۔ ہزاروں علماء اور عوام وخواص نے آپ کے دست حق پرست پر بیعت کرکے راہِ سلوک کے منازل طے کئے، جس کے سبب جابجا تصوف وتزکیہ کے مراکز قائم ہوئے اور تعلیم وتعلم کے ساتھ خانقاہوں کی رونقیں دوبالا ہوئیں، فالحمد کلہ للہ۔

حضرت پیر صاحبؒ کو حج وعمرہ اور زیارتِ حرمین شریفین سے بھی بڑا شغف تھا، تقریباً ہر سال آپ ایک قافلہ کے ساتھ حج کے لئے تشریف لے جاتے اور طویل عرصہ قیام فرماتے تھے۔ وہاں بھی آپ کی فیض رسانی کا سلسلہ جاری رہتا اور اَطراف واَکنافِ عالم سے آنے والے آپ کے متوسلین آپ کی پرنور مجالس اور قیمتی مواعظ سے مستفید ہوتے تھے۔

ایک عرصہ تک رمضان المبارک میں آپ کا قیام اور اعتکاف ''زامبیا'' میں ہوتا رہا، بعد میں آپ نے یہ سلسلہ پاکستان میں اپنے قائم فرمودہ عظیم تعلیمی وتربیتی اِدارے ''معہد الفقیر الاسلامی جھنگ'' میں شروع فرمادیا تھا، جہاں بڑی تعداد میں تشنگانِ معرفت آپ کی صحبت سے فیض یاب ہوتے تھے۔

نیز حسبِ موقع آپ کے بیرونی ممالک کے دورے بھی ہوتے رہتے تھے، آپ جہاں بھی پہنچتے، لوگ پروانہ وار آپ کے اِردگرد جمع ہوجاتے اور آپ سے استفادہ کا سلسلہ جاری ہوجاتا تھا۔

۲۰۱۱ء میں آپ نے ہندوستان کا تاریخی سفر فرمایا، جس میں گجرات اور حیدرآباد کے علاوہ آپ نہایت عقیدت کے جذبات کے ساتھ مادرِ علمی ''دارالعلوم دیوبند'' بھی تشریف لائے اور کئی دن قیام فرمایا اور اپنی عمومی اور خصوصی مجالس اور بیانات سے عوام وخواص کو مستفیض فرمایا۔ آپ کی دیوبند تشریف آوری بلاشبہ ایک بادِ بہاری ثابت ہوئی، جس کی بدولت متعدد علماء اور اَساتذۂ کرام آپ کے دامن سے وابستہ ہوکر تقربِ الٰہی سے بہرہ ور ہوئے۔

حضرت پیر صاحبؒ کے مواعظ وبیانات نہ صرف اہتمام کے ساتھ ریکارڈ اور قلم بند کئے جاتے تھے؛ بلکہ اُن کی طباعت واِشاعت کا بھی مربوط نظام تھا؛ چناں چہ یہ سب مواعظ ''خطباتِ ذوالفقار'' کے نام سے ۴۵؍جلدوں میں چھپ چکے ہیں اور بہت مقبول ہیں۔

ابتداء میں ''سمرقند وبخارا'' کا آپ کا سفرنامہ اُمت میں بے حد مقبول ہوا، جسے لوگوں نے حیرت واستعجاب کے ساتھ پڑھا۔ اِسی طرح خواتین کے تربیتی بیانات جب شائع ہوئے، تو ہاتھوں ہاتھ لئے گئے اور خواتین کی مجالس میں سنائے گئے، جس سے گھر گھر میں اِصلاح کا جذبہ پیدا ہوا۔

آپ کی پیدائش اپنے وطن جھنگ پاکستان میں ۱۹۵۳ء میں ہوئی، آپ بلا کے ذہین واقع ہوئے تھے، گھر کا ماحول دینی تھا؛ تاہم آپ نے عصری تعلیم کا رخ کیا اور ''لاہور کالج'' سے انجینئرنگ کی ڈگری حاصل کی، جس کی بنا پر معاشی فراوانی کے بھرپور مواقع حاصل ہوئے؛ لیکن اِسی دوران آپ کا تعلق صاحب ''عمدۃ الفقہ'' حضرت مولانا سید زوار حسین شاہ نقشبندیؒ سے قائم ہوا اور آپ ہی کے مشورہ سے لاہور میں حضرت مولانا مفتی جمیل احمد صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضری ہوئی، تو آپ کے دل میں اتباعِ سنت کا داعیہ پیدا ہوا اور اکابر دیوبند کی عظمت کا سکہ بیٹھ گیا اور اُس کے بعد جب مرشد عالم شیخ غلام حبیب نقشبندی نوراللہ مرقدہٗ سے منسلک ہوئے، تو پھر آپ ہمہ تن دعوت واصلاح اور سلوک وتزکیہ کی محنت میں لگ گئے اور تادم آخر اُسی پر قائم اور مشغول رہے، رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃً واسعۃً واسکنہ فسیح جنانہ۔

راقم الحروف پر بھی حضرت شفقت فرماتے تھے، اکثر حرمین شریفین میں حاضری کے موقع پر زیارت وملاقات کا موقع ملتا، تو خصوصی توجہ فرماتے اور نصیحتوں سے نوازتے تھے۔

آپ کے سانحۂ وفات سے یقیناً ایک بڑا خلا واقع ہوا ہے؛ لیکن آپ نے خود اپنی حیات میں اپنے صاحب زادگان (حضرت مولانا حبیب اللہ احمد صاحب نقشبندی اور حضرت حافظ سیف اللہ صاحب نقشبندی زید مجدہما) کی خصوصی تربیت فرمائی ہے، جو آپ کا مشن خوش اُسلوبی سے جاری رکھیں گے۔ نیز اَکنافِ عالم میں پھیلے ہوئے آپ کے فیض یافتہ خلفاء عظام کے ذریعہ آپ کا فیض تادیر جاری رہے گا؛ بلکہ پہلے سے زیادہ عام ہوگا، اِن شاءاللہ تعالیٰ۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ حضرت پیر صاحبؒ کے ساتھ خاص رحمت کا معاملہ فرمائیں اور متعلقین کو صبر جمیل سے نوازیں اور اُن کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائیں، آمین۔ ○❖○

درسِ حدیث:

دین کے لئے قربانی دیجئے!

حضرت مولانا سید اشہد رشیدی صاحب مہتمم جامعہ قاسمیہ مدرسہ شاہی مرادآباد

عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ كَعْبٍ الْقُرَظِيِّ قَالَ: حَدَّثَنِي مَنْ سَمِعَ عَلِيَّ بْنَ أَبِي طَالِبٍ قَالَ: إِنَّا لَجُلُوسٌ مَعَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْمَسْجِدِ، فَاطَّلَعَ عَلَيْنَا مُصْعَبُ بْنُ عُمَيْرٍ مَا عَلَيْهِ إِلَّا بُرْدَةٌ مَرْقُوعَةٌ بِفَرْوٍ، فَلَمَّا رَآهُ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَكَى لِلَّذِي كَانَ فِيهِ مِنَ النِّعْمَةِ وَالَّذِي فِيهِ الْيَوْمَ، ثُمَّ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: كَيْفَ بِكُمْ إِذَا غَدَا أَحَدُكُمْ فِي حُلَّةٍ، وَرَاحَ فِي حُلَّةٍ، وَوُضِعَتْ بَيْنَ يَدَيْهِ صَحْفَةٌ وَرُفِعَتْ أُخْرٰى، وَسَتَرْتُمْ بُيُوتَكُمْ كَمَا تُسْتَرُ الْكَعْبَةَ، قَالُوا: يَا رَسُولَ اللهِ! نَحْنُ يَوْمَئِذٍ خَيْرٌ مِنَّا الْيَوْمَ، نَتَفَرَّغُ لِلْعِبَادَةِ، وَنُكْفِي الْمُؤْنَةَ. قَالَ: لَا أَنْتُمُ الْيَوْمَ خَيْرٌ مِنْكُمْ يَوْمَئِذٍ. (ترمذی، مشکوۃ: ٤٥٩)

محمد بن کعبؒ فرماتے ہیں کہ مجھ سے اس شخص نے بیان کیا ہے جس نے حضرت علیؓ سے یہ بات سنی تھی کہ ہم لوگ نبی کریم علیہ السلام کے ساتھ مسجد میں بیٹھے تھے کہ ہمارے سامنے سے حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کا گذر ہوا، ان کے جسم پر ایسی چادر تھی جس میں چمڑے کا پیوند لگا ہوا تھا، جب نبی کریم علیہ السلام کی نظر ان پر پڑی تو آپ ﷺ ان کی ناز ونعم والی زندگی کو یاد کرکے رونے لگے اور فرمانے لگے کہ تمہارا کیا حال ہوگا اس وقت جب تم میں ایک آدمی صبح کو ایک جوڑا بدلے گا اور شام کو دوسرا جوڑا بدلے گا؟ اور اس کے سامنے انواع واقسام سے بھرپور کھانے کا ایک برتن رکھا جائے گا اور پھر اس کو اٹھا کر دوسرا برتن رکھا جائے گا؟ اور تم اپنے گھروں کو پردوں سے اس طرح چھپاؤ گے جیسے کعبہ کو چھپایا جاتا ہے؟ صحابہ کرامؓ نے عرض کیا کہ ہم آج کے مقابلے میں اس دن زیادہ بہتر حالت میں ہوں گے؛ کیونکہ ہم اپنے آپ کو عبادت کے لئے فارغ

کرتے رہیں گے اور محنت ومشقت سے بھی محفوظ رہیں گے، نبی کریم علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ نہیں تم لوگ آج اس دن کے مقابلے میں زیادہ بہتر حالت میں ہو۔

تشریح : نبی کریم علیہ السلام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو مستقبل میں پیش آنے والے حالات سے باخبر کرتے رہتے تھے اور ان کو حال کی (اپنے زمانے کی) اچھائیوں کو سمجھا کر اس سے فیضیاب ہونے کی تلقین کرتے ہوئے مستقبل کے خدشات سے واقف کراتے رہتے تھے، تاکہ بعد میں آنے والے امت کے افراد بھی کسی دھوکہ میں نہ پڑیں اور راہ حق پر گامزن رہنا ان کے لئے ممکن ہو سکے۔ مذکورہ بالا روایت بھی اسی سلسلہ کی ایک کڑی ہے، جس میں حضرت علیؓ ایک سبق آموز واقعہ کو ذکر کر کے نبی کریم علیہ السلام کی نہایت اہم نصیحت کو بیان فرما رہے ہیں۔ روایت کی مختصر سی تفصیل درج ذیل ہے:

دین کے لئے قربانیاں دینے کی ایک جھلک

نبی کریم علیہ السلام مکہ مکرمہ میں دعوتی مشن میں مصروف تھے، ہر طرح کی مخالفت، دل آزاری اور جانی ومالی نقصان سے دوچار ہونے کے باوجود آپ ﷺ اپنے فرض منصبی کو بلا کسی خوف کے انجام دئے جا رہے تھے، سرداران قریش کی بھرپور مخالفت کے باوجود لوگ حلقہ بگوش اسلام ہو رہے تھے، روز بروز ایمان لانے والوں کی تعداد میں اضافہ ہوتا چلا جا رہا تھا، ہدایت سے سرفراز ہونے والے خوش نصیبوں میں ایک نام حضرت مصعب ابن عمیر رضی اللہ عنہ کا بھی ہے جو مکہ کے نہایت متموّل اور امیر خاندان کے فرد تھے، آپ کے والد بچپن میں فوت ہو گئے تھے، والدہ بہت دولت مند وامیر خاتون تھیں، انہوں نے اپنے لاڈلے بیٹے کی بڑے نازونعم کے ساتھ پرورش کی تھی، ان کا لباس خاص طور پر ملک شام سے تیار کروا کر منگوایا جاتا تھا، جس کی قیمت اتنی زیادہ ہوتی تھی کہ عام لوگ اس کا تصور بھی نہیں کر سکتے تھے، اسی طرح حضرمی نام کا مخصوص جوتا آپ کے زیر استعمال رہتا تھا جو اس زمانہ میں امراء خصوصی تقاریب میں پہنا کرتے تھے، مکہ میں پائی جانے والی سب سے زیادہ قیمتی اور بہترین خوشبو آپ استعمال کیا کرتے تھے، جسم مبارک ریشم کی طرح ملائم اور نرم ونازک تھا، ایک دن حضرت مصعب ابن عمیر رضی

اللہ عنہ صفا پہاڑی پر واقع اس خفیہ مقام پر جا پہنچے جہاں صحابہ کرامؓ سردارانِ قریش سے چھپ کر نبی کریم علیہ السلام کی زیرِ تربیت تزکیہ نفس کیا کرتے تھے، نمازیں ادا کرتے تھے، اور دین کو سیکھا کرتے تھے، یہ بابرکت مقام دارارقم سے موسوم تھا، آپ نے نبی کریم علیہ السلام کی زیارت کی، دین کی تعلیمات سے باخبر ہوئے اور صحابہ کرامؓ کے عمل وکردار کو پہچانا اور پھر بلا کسی تاخیر کے مشرف باسلام ہوگئے، اگرچہ آپ نے اپنے اسلام لانے کو خفیہ رکھا، مگر کسی نہ کسی طرح یہ خبر اڑ گئی اور آپ کی والدہ تک پہنچ گئی، انہوں نے آپ کو شروع میں نرمی سے سمجھانے کی کوشش کی اور جب ناکام ہوگئیں تو سختیوں پر اتر آئیں، آپ کے نرم ونازک جسم کو رسیوں سے باندھ کر تشدد کیا، خاندان والوں کے ساتھ مل کر طرح طرح کی اذیتیں دیں مگر چونکہ حضرت مصعب ابن عمیر رضی اللہ عنہ کا دل اسلام کے نور سے منور وروشن ہو چکا تھا، اس لئے والدہ کی کوئی ترکیب کارگر نہ ہوئی۔

حضرت مصعب ابن عمیر رضی اللہ عنہ کی زندگی کا روشن پہلو

حضرت مصعب ابن عمیر رضی اللہ عنہ کو اسلام سے دور رکھنے اور کفر وشرک میں دوبارہ ڈھکیلنے کی ہر کوشش جب ناکام ہوگئی تو آرام وراحت، عیش وعشرت اور سہولیات زندگی سے ان کو محروم کر دیا گیا اور یہ سوچا گیا کہ ناز ونعم میں پلا بڑھا یہ نوجوان جب عیش وعشرت اور آرام وراحت کی چیزوں کو نہیں پائے گا تو یقیناً پریشان ہوکر ماں کی بات کو قبول کرلے گا اور اپنے آبائی دین کی طرف واپس لوٹ آئے گا، مگر قربان جائیں حضرت مصعب ابن عمیر رضی اللہ عنہ کی دینی حمیت اور اسلامی غیرت کے کہ انہوں نے ہر چیز کو لات ماردی؛ لیکن کلمہ ''لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ'' کو کسی طرح چھوڑنے کو تیار نہ ہوئے، ان کا قیمتی اور خوبصوت لباس بھی لے لیا گیا، نہایت نرم ونازک وبیش قیمت جوتوں سے بھی محروم کر دیا گیا اور پسندیدہ خوشبو بھی واپس لے لی گئی، مگر کسی بھی طرح سے ان کے پائے استقامت میں کوئی جنبش پیدا نہیں ہوئی اور انہوں نے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے لئے اپنی ہر چیز قربان کر دی، عیش وعشرت، آرام وراحت اور ناز ونعم کو تج دیا مگر اسلام کو یا اس کے کسی حکم کو لمحہ بھر کے لئے چھوڑنے کو تیار نہیں ہوئے۔

آج اسلام کے نام لیوا صبح سے شام تک اور شام سے صبح تک نہ جانے کتنی بار محض عیش وعشرت،

آرام وراحت اور نام ونمود کے چلتے اسلامی تعلیمات کو پیروں تلے کچلتے ہیں اور نفسانی خواہشات کو پورا کرنے میں مصروف رہتے ہیں، گویا دین کے لئے قربانی دینے کا تصور ہی مسلمانوں کے ذہنوں سے نکل چکا ہے، نہ جانی قربانی کا تصور باقی رہ گیا ہے اور نہ مالی قربانی، یا وقت اور خواہشات کی قربانی کا خیال کبھی ذہنوں میں آتا ہے، یہی وجہ ہے کہ حالات بد سے بدتر ہوتے جارہے ہیں اور امت کے دل ودماغ سے احساس زیاں نکلتا جارہا ہے۔ حضرت مصعب ابن عمیر رضی اللہ عنہ کا مذکورہ واقعہ دین کے لئے قربانی دینے کا جذبہ دلوں میں پیدا کرنے کے لئے کافی ہے۔

نبی کریم علیہ السلام کا حضرت مصعبؓ کے لئے رونا

مندرجہ بالا حدیث کے راوی حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک دن ہم مسجد میں نبی کریم علیہ السلام کے اردگرد بیٹھے ہوئے تھے کہ اچانک حضرت مصعبؓ تشریف لے آئے، ان کے جسم پر صرف ایک چادر تھی جس میں چمڑے کا پیوند لگا ہوا تھا، نبی کریم علیہ السلام ان کی اس حالت کو دیکھ کر آبدیدہ ہوگئے، آپ ﷺ کو ان کی ناز ونعم والی زندگی یاد آگئی، کہاں ملک شام میں تیار کرائی گئی قیمتی نرم ونازک پوشاک اور کہاں پیوند زدہ چادر، نہ وہ لباس رہا، نہ وہ آرام وراحت سے بھرپور زندگی رہی، خدا رسول کی رضا وخوشنودی کے لئے ہر چیز قربان کردی، نبی کریم علیہ السلام ان کو اس حال میں دیکھ کر رونے لگے اور پھر پیشین گوئی کرتے ہوئے فرمانے لگے کہ جب مال ودولت کی ریل پیل ہوجائے گی اور خوشحالی تم کو مل جائے گی تب تمہارا حال کیا ہوگا؟ آدمی کو اتنی وسعت میسر آجائے گی کہ وہ صبح کو ایک جوڑا پہنے گا اور شام کو دوسرا پہنے گا، دسترخوان پر انواع واقسام کی اشیاء ہوں گی، حالت یہ ہوگی کہ ایک ڈونگا رکھا جائے گا دوسرا اٹھایا جائے گا، جگہ کم پڑ جائے گی، گھروں کو سجایا سنوارا جائے گا اور کعبہ کی طرح سے ان کی دیواروں اور کھڑکیوں کو پردوں سے ڈھکا جائے گا، گویا ہر طرح کی سہولت وخوشحالی حاصل ہوگی، اس وقت تمہاری کیا حالت ہوگی؟ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا کہ ہماری حالت اس دن آج سے بہتر اور اچھی ہوگی؛ کیونکہ خوشحالی کے زمانے میں ہمیں دو عظیم فائدے حاصل ہوں گے:

(۱) نَتَفَرَّغُ لِلْعِبَادَةِ: پہلا فائدہ یہ حاصل ہوگا کہ ہم اپنے آپ کو عبادت کے لئے فارغ پائیں گے، کام کاج کی مشغولیت کم ہوگی، زیادہ سے زیادہ وقت عبادت کے لئے ملتا رہے گا اور یادِ الٰہی کی فرصت میں اضافہ ہو جائے گا۔

(۲) وَنَكْفِي الْمَؤُنَةَ: دوسرا فائدہ بیان کرتے ہوئے صحابہ کرامؓ نے فرمایا کہ اس زمانہ میں محنت و مشقت سے بھی ہم محفوظ رہیں گے، گویا ایک طرف مالی وسعت اور خوشحالی کے دور میں ہم زیادہ سے زیادہ وقت عبادت کے لئے فارغ کرلیا کریں گے اور دوسری جانب زبردست محنت و مشقت سے بچنے میں کامیاب ہو جائیں گے؛ اس لئے خوشحالی کے ایام یقیناً آج کے تنگ دستی اور محنت و مزدوری والے ایام کے مقابلے میں بہتر ہوں گے۔ نبی کریم علیہ السلام نے جواب میں جو بات ارشاد فرمائی وہ دل تھام کے سننے کے قابل ہے، آپ ﷺ نے فرمایا کہ نہیں تم آج جس حالت میں ہو وہی تمہارے لئے بہتر ہے۔

مسلمانوں کے حالات

مسلمانوں کے موجودہ حالات اس بات کے گواہ ہیں کہ نبی کریم علیہ السلام کا فرمان بالکل صحیح اور درست ہے، مال و دولت کی ریل پیل میں انسان ایسا کھو گیا ہے کہ اسے نہ اللہ یاد آتا ہے اور نہ نبی کریم علیہ السلام کی محبت اس کے سینے میں انگڑائی لیتی ہے، وہ تو صبح و شام صرف ننانوے کے پھیرے میں لگا رہتا ہے، آرام و آسائش میں رہنے والے من چاہی زندگی گذارنے میں مشغول رہتے ہیں، قرآن و حدیث کی تعلیمات کو سمجھنے کی نہ ان کے پاس فرصت ہوتی ہے اور نہ دل میں کوئی جذبہ ہوتا ہے، عام طور پر سخت حالات ہی میں اطاعت خداوندی و اتباع رسول ﷺ کی راہ آسان ہوتی ہے؛ کیونکہ ایسے افراد کی تعداد بہت کم ہے کہ جن کے پاس دولت و ثروت بھی ہو اور وہ پابند شریعت بھی ہوں، حرام سے اپنے دامن کو بچاتے ہیں، من چاہی زندگی سے دور رہتے ہوں اور قرآن و سنت کی مکمل پیروی کرتے ہوں۔

اللہ رب العزت ہمیں قربانی کی اہمیت اور اس کی حقیقت کو سمجھنے کی توفیق نصیب فرمائے، دین کے لئے جان، مال، وقت اور خواہشات کی قربانی دینے کا جذبہ عطا فرمائے، خوشحالی میں بھی اپنی یاد سے بہرور فرمائے اور غفلت والی زندگی سے ہم سب کی حفاظت فرمائے آمین۔ وصلی اللہ علی النبی الکریم۔

○❖○

افاداتِ قرآنیہ:

اِفادات: سورۂ بقرہ

افادات: عارف باللہ حضرت اقدس مولانا قاری سید صدیق احمد صاحب باندوی نوراللہ مرقدہٗ
ضبط و ترتیب: حضرت مولانا مفتی محمد زید صاحب مظاہری ندوی اُستاذ دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ

رفع درجات کے لئے اللہ کے نیک بندوں کی آزمائش ہوتی ہے اور ان کو مصیبتوں میں بھی ڈالا جاتا ہے، حضرت صہیبؓ کا واقعہ

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّشْرِيْ نَفْسَهُ ابْتِغَآءَ مَرْضَاةِ اللّٰهِ. (البقرة: ۲۰۷)

اور بعض لوگ ایسے بھی ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی رضا وخوشنودی کے بدلہ میں اپنی جان تک بیچ ڈالتے ہیں (یعنی اپنی جان اور اپنے مال کی قربانی دیتے ہیں)۔

یہ آیت مشہور صحابی حضرت صہیب رومی رضی اللہ عنہ کے متعلق نازل ہوئی ہے، یہ بہت مالدار تھے، بڑے گھرانے سے تعلق رکھتے تھے، انتہائی قیمتی کپڑے کئی کئی سو درہم کے جوڑے پہنا کرتے تھے، ان کے باپ چچا بھائی تھے، ان سب میں یہ اکلوتے تھے؛ لیکن جب اسلام لائے اور ہجرت کا ارادہ کیا تو کفار مکہ نے ان کو پریشان کیا، ان کے راستہ میں روک لگائی، حضرت صہیب رضی اللہ عنہ بڑے تیرانداز اور بڑے مشاق تھے، جب کفار نے ان کا راستہ روکنا چاہا تو صہیب رومی رضی اللہ عنہ نے کفار سے کہا کہ دیکھو اگر تم مقابلہ کرنا چاہو تو تم مجھے جانتے ہو میں کتنا بڑا تیرانداز ہوں، جب تک یہ تیر کمان میرے پاس ہے میں پیچھے نہیں ہٹ سکتا، میں ایک ایک کا مقابلہ کروں گا، پھر میرے پاس تلوار ہے، تیر ختم ہو جائیں گے تو جب تک دم ہے تلوار سے مقابلہ کروں گا، اور اگر تم کو مال چاہئے تو میرا مال فلاں فلاں جگہ رکھا ہے اور دو باندیاں بھی ہیں تم ان کو جا کر لے لو، کفار مال کے لالچی تو تھے ہی واپس چلے گئے اور وہ مال لے لیا، حضرت صہیب رضی اللہ عنہ ہجرت کر کے مدینہ پاک رسول اللہ ﷺ کے پاس تشریف لے گئے، انہیں کی شان اور انہیں کی توصیف میں یہ آیت نازل ہوئی۔ (تفسیر ابن کثیر ۱/۵۶۵)

اسلام لانے اور ہجرت کرنے کے بعد ان پر ایسے حالات آئے کہ ان کے پاس کچھ بھی نہیں تھا۔ حضرت صہیب رومی رضی اللہ عنہ حضور ﷺ کی خدمت میں پہنچ کر پورا واقعہ سنایا تو آپ ﷺ نے دو مرتبہ فرمایا: **ربح البيع أبا يحيىٰ، ربح البيع أبا يحيىٰ**، تمہارا کاروبار اور تجارت نفع بخش رہی۔ (معارف القرآن ربانی ۱/۴۴۱)

اپنی جان کو بیچنے کا مطلب اور کمال ایمان کا معیار

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَشْرِىْ نَفْسَهُ ابْتِغَآءَ مَرْضَاةِ اللّٰهِ. (البقرة: ۲۰۷)

اور بعض لوگ ایسے بھی ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی رضا وخوشنودی کے بدلہ میں اپنی جان تک بیچ ڈالتے ہیں

اپنے نفس اور اپنی جان کو بیچنے کا مطلب یہ ہے کہ اپنے کو اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت میں لگا دے، جس طرح آدمی اپنی چیز کو بیچ کر کے اس چیز سے دست بردار ہو جاتا ہے، یعنی بیچنے کے بعد اس چیز میں اس کا کوئی اختیار اور حق تصرف باقی نہیں رہتا، اسی طرح آدمی کا اپنے نفس کو بیچنے کا مطلب یہ ہے کہ اس میں اس کا کوئی تصرف اور اختیار باقی نہ رہے، مطلب یہ کہ اپنی مرضی سے کوئی کام نہ کرے، سب کام اللہ کی مرضی سے کرے، اللہ تعالیٰ نے جس چیز کی اجازت دی ہو بس وہی کام کرے، جس موقع پر خواہش پوری کرنے کی اجازت دی ہو اس سے آگے نہ بڑھے، یہ مطلب ہے اپنے نفس کو بیچنے کا اور یہی کمال ایمان کا معیار ہے، جو تمام اہل ایمان کی شان ہونی چاہئے، حق تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

اِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰى مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اَنْفُسَهُمْ وَاَمْوَالَهُمْ بِاَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ. (التوبة: ۱۱۱)

بے شک اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں سے ان کی جانوں کو اور ان کے مالوں کو اس بات کے عوض خرید لیا ہے کہ ان کو جنت ملے گی۔

اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر بہت مہربان ہے، مہربانی کا مطلب

وَاللّٰهُ رَءُوْفٌ بِالْعِبَادِ. (البقرة: ۲۰۷)

اور اللہ تعالیٰ بندوں پر نہایت مہربان ہیں۔

اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر بڑا مہربان ہے، مہربانی کا مطلب یہ نہیں کہ بندہ جو چاہے وہ کام ہو جائے، مہربانی کا یہ مطلب نہیں کہ اللہ تعالیٰ اس کو خوب مال اور اسباب عیش دے دے؛ بلکہ مہربانی کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کو انابت الی اللہ کی اور اپنی طرف مائل ہونے کی، گناہوں سے بچنے اور اعمال صالحہ اختیار کرنے کی

توفیق عطا فرمادے، آج کل تو لوگ مہربانی اس کو سمجھتے ہیں کہ خوب مال و دولت ہو، اگر اللہ تعالیٰ کسی کو خوب مال و دولت دے لیکن اس کو انابت الی اللہ کی توفیق نہ ہو، اللہ کی طرف جھکنے کی اس کو توفیق نہ ہو تو یہ اس پر اللہ کی مہربانی نہیں ہے، اللہ مہربان اس پر ہے جس کو اعمالِ صالحہ کی اور اللہ کی طرف جھکنے کی توفیق ہو جائے۔

مناہی امور میں دوسری قوموں کی تقلید اور اتباع کرنے کی سخت ممانعت

حضرت عبد اللہ ابن سلام رضی اللہ عنہ کا واقعہ

يَا اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ادْخُلُوْا فِيْ السِّلْمِ كَـآفَّةً وَّلَا تَتَّبِـعُوْا خُطُوَاتِ الشَّيْطَانِ اِنَّهُ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ. (البقرة: ۲۰۸)

اے ایمان والو! اسلام میں پورے کے پورے داخل ہو اور شیطان کے قدم بقدم مت چلو، واقعی وہ تمہارا کھلا دشمن ہے۔

ایک صحابی ہیں حضرت عبد اللہ ابن سلام رضی اللہ عنہ، یہ پہلے یہودی تھے، یہودیوں کے عالم اور سردار تھے، اللہ تعالیٰ نے توفیق دی اسلام قبول کیا، انہیں کے متعلق یہ آیت نازل ہوئی، ان کا قصہ یہ ہوا کہ یہودی مذہب میں چونکہ شنبہ (سنیچر) کا دن قابل تعظیم تھا، اور اونٹ کا گوشت بھی یہودی مذہب میں حرام تھا، اسلام قبول کرنے کے بعد ان کو خیال ہوا کہ مذہب اسلام میں شنبہ کے روز کی بے تعظیمی واجب نہیں اور اونٹ کا گوشت کھانا بھی اسلام میں فرض اور واجب نہیں؛ لہٰذا ہم اسلام لانے کے بعد بھی اگر شنبہ کے روز کی تعظیم کریں اور اونٹ کا گوشت نہ کھائیں تو کیا حرج ہے؟ اس میں دونوں مذہب یہودیت اور اسلام دونوں کی رعایت ہو جائے گی، اس میں حق تعالیٰ کی زیادہ اطاعت ہوگی اور خلاف شرع کوئی کام بھی نہ ہوگا؛ کیونکہ اسلام میں اونٹ کا گوشت کھانا واجب نہیں ہے؛ اس لئے حضرت عبد اللہ بن سلام رضی اللہ عنہ اونٹ کا گوشت نہیں کھاتے تھے؛ کیونکہ پہلے بھی اس کے عادی نہ تھے، آدمی اپنی عادت کے مطابق جس کام کو کرتا رہتا ہے یا عادت کے مطابق نہیں کرتا تو کچھ دن کے بعد اس کی وہی عادت بن جاتی ہے؛ اس لئے حضرت عبد اللہ ابن سلام رضی اللہ عنہ نے اونٹ کا گوشت کھانے سے پرہیز کیا، تاکہ یہودی مذہب کی بھی مخالفت نہ ہو، اسی موقع پر تنبیہ کے طور پر یہ آیت نازل ہوئی اور حکم دیا گیا کہ اے ایمان والو! اسلام میں پورے کے پورے داخل ہو جاؤ، یعنی شریعت کی پوری پیروی کرو، طبعی طور پر کوئی زندگی بھر اونٹ کا گوشت نہ کھائے کوئی حرج نہیں؛ لیکن دوسرے مذہب کی رعایت میں نہ کھانا یہ مذموم ہے؛ کیونکہ اسلام کے علاوہ سارے مذاہب منسوخ ہیں۔ ○❖○

قسط:(۳)

امر بالمعروف نہی عن المنکر

اچھی باتوں کا حکم کرنا اور بری باتوں سے روکنا ایک اہم ذمہ داری

از: حضرت مفتی شبیر احمد صاحب شیخ الحدیث وصدر مفتی جامعہ قاسمیہ مدرسہ شاہی مرادآباد

امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے ترک سے بدترین لوگوں کے تسلط کی اکیس علامات

امام طبرانی علیہ الرحمہ نے "**المعجم الکبیر**" اور "**المعجم الأوسط**" میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کی ایک روایت نقل فرمائی ہے، جو انتہائی عبرت کی حدیث شریف ہے، پیغمبر علیہ الصلاۃ والسلام نے ارشاد فرمایا کہ آخری زمانہ میں ایسے لوگ پیدا ہوں گے، جن میں اکیس ۲۱ قسم کی برائیاں پیدا ہو جائیں گی اور ان برائیوں کے پیدا ہو جانے کے بعد اللہ تعالی ان کے اوپر انتہائی شاطر اور بدترین لوگوں کو مسلط کر دیں گے، اور عام لوگ ان سے تنگ آ کر انتہائی پریشانی میں مبتلا ہو جائیں گے، اور ان تمام برائیوں کے پھیل جانے کے بعد اس زمانہ کے اچھے لوگ اللہ سے دعائیں کریں گے، تو ان کی دعا بھی قبول نہیں ہوگی، اللہ پاک ایسے لوگوں سے ہماری حفاظت فرمائے، اور وہ اکیس ۲۱ رقسم کی برائیاں مختصر انداز سے واضح کی جاتی ہیں۔ ملاحظہ فرمایئے:

(۱) **سَيَجِيْءُ فِيْ آخِرِ الزَّمَانِ أَقْوَامٌ تَكُوْنُ وُجُوْهُهُمْ وُجُوْهَ الآدميينَ:** یقیناً آخری زمانہ میں ایسے لوگ پیدا ہوں گے کہ ان کی صورت شکل انسان کی طرح ہوگی، دیکھنے میں انسان جیسے ہوں گے؛ لیکن ان کے اعمال انسانیت کے دائرے سے باہر ہوں گے۔

(۲) **وَقُلُوْبُهُمْ قُلُوبَ الشَّيَاطِيْن:** اور ان لوگوں کے دل شیطان اور ابلیس کے دل کی طرح ہوں گے، صورت شکل انسان جیسی ہوگی اور دلوں میں جھانک کر دیکھو تو شیاطین اور ابلیس سے بھی بدتر ہوں گے، لوگ ان پر اعتماد کر بیٹھیں گے بالآخر ان کے دھوکے اور فریب میں مبتلا ہو کر نقصان اٹھائیں گے۔

اے بسا ابلیس آدم روئے ہست ☆ پس بہر دست نشاید داد دست

’’روئے زمین میں بہت سے ابلیس اور شیاطین انسان کی شکل میں پھرتے ہیں؛ اس لئے ہر شخص پر اعتماد کرکے اس کے ہاتھ پر ہاتھ نہ رکھا جائے۔

(۳) أَمْثَالَ الذِّئَابِ الضَّوَارِيْ: ان کی مثال خون خوار بھیڑیوں اور درندوں جیسی ہوں گی، جیسے بھیڑیے اور درندے دوسرے جانوروں کو چیر پھاڑ کرر کھ دیتے ہیں، تو اس زمانہ کے لوگوں کا حال بھی یہی ہوگا، کہ دوسرے انسانوں پر ظلم اور زیادتی کرنے میں خونخوار درندوں سے پیچھے نہیں رہیں گے، ظلم اور زیادتی کا بازار گرم ہوگا، اور مظلوموں کو کہیں سے انصاف نہیں ملے گا، ہر طرف سے ظالموں کا غلبہ اور انہی کے حمایتی ہوں گے۔

(۴) لَيْسَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ شَيْءٌ مِنَ الرَّحْمَةِ: یہ ایسے لوگ ہوں گے جن کے دلوں میں انسانی ہمدردی کی کوئی چیز نہیں ہوگی، ان کا ہر عمل بے رحمانہ ہوگا، نہ چھوٹوں پر شفقت کریں گے اور نہ بڑوں کا احترام ہوگا۔

(۵) سَفَّاكُوْنَ لِلدِّمَاءِ: بہت زیادہ لوگوں کے خون بہانے والے ہوں گے، قتل وغارت گری عام ہوجائیگی، کسی پر ظلم کرنے میں ذرا سا دریغ نہیں کریں گے۔

(۶) لا يَزَعُوْنَ عَنْ قَبِيْحٍ: کسی بھی برائی سے باز نہیں آئیں گے، اور یہ لوگ برائیوں کو برائیاں نہیں سمجھیں گے، ان کے دلوں سے برائیوں کی شناعت اور قباحت اٹھ جائے گی، یہ بجائے خود گناہِ عظیم ہے۔

(۷) إِنْ تَابَعَتهُمْ وَارِبُوْكَ: اگر تم ان کی اتباع کروگے تو تم کو دھوکہ دیں گے۔ اگر تم ان کے ساتھ خرید وفروخت اور لین دین کروگے، تو وہ تمہیں دھوکہ دے کر پریشان کریں گے۔

(۸) وإِنْ تَوَارَيْتَ عَنْهُمْ إغْتَابُوْكَ اگر تم ان سے بچ کر گریز کروگے تو وہ تمہاری غیبت کرتے رہیں گے، شریف آدمی ہر طرح کی تنگی میں مبتلا ہوجائیں گے کہ ان شریروں سے قریب رہنا بھی مصیبت کا باعث ہوگا، اور ان سے بچ کر اپنے آپ کی حفاظت بھی مشکل ہوجائے گی کہ اگر قریب رہوگے تو انہی کے ساتھ برائیوں اور فتنوں میں مبتلا ہوجاؤ گے اور دور رہوگے تو تمہاری غیبت کریں گے اور تمہارے ساتھ دشمنی پیدا کریں گے۔

(۹) وَإِنْ حَدَّثُوْكَ كَذَّبُوْكَ: اگر وہ تم سے بات کریں گے تو جھوٹ بولیں گے، یہ منافق کی علامات میں سے ایک علامت ہے، کہ منافقوں کا یہی حال تھا کہ جب کسی سے بات کرتے تو جھوٹ بولتے تھے، اگر تم ان سے کچھ صحیح اور سچی بات کروگے تو وہ تم کو جھٹلائیں گے۔

(۱۰) وَإِنْ ائْتَمَنْتَهُمْ خَانُوْكَ: اگر تم ان پر اعتماد کر کے ان کے پاس امانت رکھوگے تو وہ تمہاری امانت میں خیانت کر بیٹھیں گے، یہ بھی منجملہ منافق کی علامات میں سے ایک علامت ہے، کہ منافق امانت میں خیانت کرتا ہے۔

منافق کی چار علامات

بخاری شریف میں منافق کی چار ۴؍علامتیں ذکر فرمائی ہیں:

(۱) إِذَا ائْتُمِنَ خَانَ: جب منافق کے پاس امانت رکھی جائے تو خیانت کر بیٹھے گا۔

(۲) إِذَا حَدَّثَ كَذَبَ: جب بات کرے تو جھوٹ بولے۔

(۳) إِذَا عَاهَدَ غَدَرَ: جب وعدہ کرے یا عہد و پیمان کرے تو عہد شکنی اور وعدہ خلافی کرے۔

(۴) إِذَا خَاصَمَ فَجَرَ: جب کسی سے نوک جھونک اور لڑائی ہو تو گالی بکے، یہ منافق کی چار علامتیں ہیں۔ حدیث شریف ملاحظہ فرمائیے:

عَنْ عَبْدِاللهِ بْنِ عَمْرٍو ؓ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: أَرْبَعٌ مَنْ كُنَّ فِيْهِ كَانَ مُنَافِقًا خَالِصًا، وَمَنْ كَانَتْ فِيْهِ خَصْلَةٌ مِنْهُنَّ كَانَتْ فِيْهِ خَصْلَةٌ مِنَ النِّفَاقِ حَتّٰى يَدَعَهَا: إِذَا اؤْتُمِنَ خَانَ، وَإِذَا حَدَّثَ كَذَبَ، وَإِذَا عَاهَدَ غَدَرَ، وَإِذَا خَاصَمَ فَجَرَ.

(صحيح البخاري ۱/ ۱۰، برقم: ۳٤)

حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جس شخص میں چار باتیں پائی جائیں، وہ خالص منافق ہوتا ہے، اور جس شخص میں ان میں سے کوئی ایک چیز پائی جائے تو اس کو چھوڑ دینے تک اس شخص میں نفاق کی ایک علامت موجود رہے گی، جب امانت رکھی جائے تو خیانت کرے، اور جب بات کرے تو جھوٹ بولے، اور جب عہد و پیمان کرے تو غداری اور عہد شکنی کرے، اور جب کسی سے لڑے تو گالی بکے۔

(۱۱) صَبِيُّهُمْ عَارِمٌ: ان کے بچے بد خلق ہوں گے اور بد اخلاق اور بے ادب ہوں گے، "**المعجم الأوسط**" میں لفظ "عارم" ہے، جیسا کہ ہم نے یہاں نقل کیا ہے، اور المعجم الکبیر میں "عارم" کے بجائے "عامر" ہے، شاید کتابت کی غلطی ہوگئی ہے، یہاں پر لفظ "عامر" صحیح نہیں ہے، لفظ "عارم" ہی زیادہ صحیح ہے کہ ان لوگوں کے بچے انتہائی بد اخلاق اور بدتمیز ہوں گے، اور اسی بد اخلاقی اور بدتمیزی پر ان کو فخر ہوگا۔

(۱۲) وَشَابُّهُمْ شَاطِرٌ: ان کے نوجوان انتہائی چالاک اور شاطر اور خبیث ہوں گے، ان کی خباثت اور شرارت سے لوگوں کی زندگی تنگ ہو جائے گی۔

(۱۳) وَشَيْخُهُمْ لَا يَأْمُرُ بِمَعْرُوْفٍ وَلَا يَنْهٰى عَنْ مُنْكَرٍ: ان کے بوڑھے اور مربی لوگ بھلائی اور نیکیوں کا حکم نہیں کریں گے، اور برائی اور منکر باتوں سے نہیں روکیں گے، اور نہ ہی ان پر نکیر کریں گے۔

(۱۴) الاِعْتِزَازُ بِهِمْ ذُلٌّ: ان سے مدد لے کر قوت حاصل کرنا ذلت ورسوائی کا باعث ہوگا، بہت سے لوگوں کی کوشش یہی ہوگی کہ ہم کسی آفیسر اور اونچی پوسٹ والے اور منسٹروں سے تعلق قائم کر کے ان سے کوئی مدد اور قوت حاصل کریں گے، تو بجائے مدد حاصل کر کے مضبوط بننے کے ذلّت اور رسوائی کے علاوہ کچھ بھی ہاتھ نہیں آئے گا۔

(۱۵) وَطَلَبُ مَا فِيْ أَيْدِيْهِمْ فَقْرٌ: ان کے قبضہ میں جو چیز ہے، اس کی خواہش کرنا بجائے خود فقیری اور محتاجی کا سبب ہوگا، مطلب یہ ہے کہ ان کے قبضہ اور اختیار میں جو چیزیں ہیں ان میں سے کچھ ملنے کی خواہش ہو اور اسی کی طلب میں ان کے پیچھے پیچھے ان کی خوشامد کرتے پھریں، مگر کچھ بھی ہاتھ نہ آئے، تو نتیجۃً خالی ہاتھ ذلت ورسوائی کے علاوہ کچھ بھی حاصل نہ ہوگا۔

(۱۶) اَلْحَلِيْمُ فِيْهِمْ غَاوٍ: ان میں بردبار شخص گمراہ اور دھوکہ باز ہوگا، بظاہر بڑا حلیم اور بردبار نظر آئے گا مگر اس کی بردباری کے پیچھے دھوکہ اور مکر وفریب بھرا ہوا ہوگا، اور فوری بردباری کے ذریعہ سے آئندہ چل کر لوگوں کو دھوکہ دے کر بڑا نقصان پہونچائے گا۔

(۱۷) وَالْأَمْرُ بِالْمَعْرُوْفِ فِيْهِمْ مُتَّهَمٌ: ان میں امر بالمعروف کرنا، بھلائی اور اچھائی کا حکم کرنا تہمت کا باعث ہوگا، جب اچھے لوگ بھلائی کا حکم کریں گے تو ان کے اوپر طرح طرح کے جھوٹے الزامات قائم کریں گے، اور سرعام ان کو ذلیل کرنے کی کوشش کریں گے، نتیجہ یہ ہوگا کہ اچھے لوگ مجبور ہو کر امر بالمعروف کرنا چھوڑ دیں گے، بالآخر اللہ کا عذاب آنے کا خطرہ ہوگا، اسی نمبر ۱۷ کی مناسبت میں اس پوری حدیث شریف کو امر بالمعروف نہی عن المنکر کے عنوان کے ذیل میں نقل کیا جا رہا ہے، جب امر بالمعروف کرنا تہمت اور الزام تراشی کا باعث بنے گا تو امت پر بلا اور مصیبت آنے کا سخت خطرہ ہوگا۔

(۱۸) اَلْمُؤْمِنُ فِيْهِمْ مُسْتَضْعَفٌ: ان میں کامل ایمان والے ضعیف اور کمزور ہوں گے، ان کو کوئی پوچھنے والا نہ ہوگا، ان کا کوئی اعتبار نہیں کیا جائے گا، ان کا ساتھ دینے والا کوئی نہ ہوگا، ان کی طرف انگشت نمائی ہوگی۔

(۱۹) وَالْفَاسِقُ فِيْهِمْ مُشَرَّفٌ: ان میں سے فاسق اور فجار کو عزت وشرف ہوگا، جتنا بڑا فاسق اور بدعمل ہوگا، اتنی ہی اس کی عزت کی جائے گی، اور اس کی تعظیم اور توقیر میں لوگ اپنی جان ومال خرچ کریں گے اور اسی کو لوگ اپنا لیڈر بنائیں گے، ہر زمانہ میں اس کا تجربہ کیا جاسکتا ہے، کہ دنیا میں کیا ہورہا ہے؟ آج جتنا بڑا فلمی ایکٹر ہوگا اس کی اتنی بڑی عزت ہوگی، اگر الیکشن میں کھڑا ہوجائے تو بھاری اکثریت کے ساتھ وہ جیتے گا، اس لئے کہ اس نے ایک زمانہ تک امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی خلاف ورزی کی ہے، اور برائی اور بے حیائی میں زندگی کا بڑا حصہ گزارد یا ہے، یہی اس کے لئے عزت وشرف کا باعث بنا۔

(۲۰) اَلسُنَّةُ فِيْهِمْ بِدعَةٌ: ان میں سنتِ رسول کو بدعت سمجھا جائے گا، کوئی اگر سنت پر عمل کرنا چاہے تو ہر طرف سے سنت پر نکیر کرنے والے نظر آئیں گے، کہ یہ کیا ہورہا ہے اور کیا کیا جارہا ہے؟ اور سنتِ رسول کو بری نظر سے دیکھا جائے گا۔

(۲۱) وَالْبِدْعَةُ فِيْهِمْ سُنَّةٌ: اور بدعت اور بے بنیاد کام کو سنت سمجھا جائے گا، اور بدعتی کو متقی سمجھا جائے گا، اور بدعتی کی عزت اور تعظیم کی جائے گی، دیکھئے مزاروں میں کس قدر بھیڑ لگی ہوئی ہوتی ہے کہ سجادہ نشین کے نام سے جو بیٹھا ہوا ہے اس کا اعزاز ہوتا ہے اور متقی پرہیزگار اور متبع سنت اور پابند شریعت شخص کی تذلیل اور بے عزتی کی جاتی ہے، ایسے وقت میں اللہ کی طرف سے بلا اور مصیبتیں نازل ہونے کا اندیشہ ہے۔

بدعتی کی تعظیم اسلام کو ڈھادے گی اور بدعتی کی آٹھ عبادت قبول نہ ہوں گی

حضرت امام بیہقی علیہ الرحمہ نے اپنی کتاب شعب الایمان میں ایک حدیث شریف نقل فرمائی ہے، کہ جو شخص کسی بدعتی کی تعظیم کرے گا تو گویا کہ اس نے اسلام کی عمارت کو توڑ کر ڈھادیا ہے، اگر اسلام کی شبیہ بگاڑنا ہو تو بدعتی بن جائیں، یا بدعتی کی تعظیم اور عزت کی جائے؛ اس لئے کہ بدعتی کی تعظیم کرنے کی صورت میں اسلام دشمنی اور اسلام میں ترمیم اور تبدیلی کی بات واضح ہوجاتی ہے؛ اسی لئے آقائے نامدار علیہ الصلاۃ والسلام نے تاکید کے ساتھ ارشاد فرمایا کہ کسی بدعتی کی نہ تعظیم کی جائے اور نہ ہی کسی بدعتی کے ساتھ ایسا تعلق رکھا جائے جس سے اس کی عزت بڑھتی ہو۔ **حدیث شریف ملاحظہ فرمائیے:**

عَنْ إِبْرَاهِيْمَ بْنِ مَيْسَرَةَ ؓ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ وَقَّرَ صَاحِبَ بِدْعَةٍ فَقَدْ أَعَانَ عَلٰى هَدْمِ الإِسْلامِ. (شعب الإيمان للبيهقي ٧/ ٦١، برقم: ٩٤٦٤)

حضرت ابراہیم بن میسرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص کسی بدعتی کی تعظیم کرتا ہے، یقیناً وہ اسلام کی عمارت کو توڑ کر ڈھانے میں مدد کرتا ہے۔

بدعتی کی (۱) نماز (۲) روزہ (۳) صدقہ (۴) حج (۵) عمرہ (۶) جہاد (۷) نفل عبادت (۸) فرض عبادت قبول نہیں ہوگی۔ **حدیث شریف ملاحظہ فرمائیے:**

عَنْ حُذَيْفَةَؓ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لا يَقْبَلُ اللّٰهُ لِصَاحِبِ بِدْعَةٍ صَوْمًا، وَلَا صَلَاةً، وَلا صَدَقَةً، وَلا حَجًّا، وَلا عُمْرَةً، وَلا جِهَادًا، وَلا صَرْفًا، وَلا عَدْلاً، يَخْرُجُ مِنَ الإِسْلامِ كَمَا تَخْرُجُ الشَّعْرَةُ مِنَ الْعَجِيْنِ. (ابن ماجة/ ٦، برقم: ٤٩)

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت سید الکونین علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ بدعتی کا روزہ، نماز، صدقہ، حج، عمرہ، جہاد، نفلی عبادت، فرض عبادت کوئی بھی قبول نہیں کرتے ہیں، اور وہ اسلام سے اس طرح نکل جاتا ہے، جیسا کہ آٹے میں سے بال نکلتا ہے۔

ان برائیوں اور منکرات اور خرافات کا ظہور ہونے پر اللہ تعالیٰ بدترین لوگوں کو مسلط کردیگا۔

فَعِنْدَ ذٰلِكَ يُسَلَّطُ شِرَارُهُمْ وَيَدْعُو خِيَارُهُمْ فَلا يُسْتَجَابُ لَهُمْ: جب یہ اکیس ۲۱؍ قسم کی برائیاں لوگوں میں عام ہوجائیں گی، تو پھر اللہ کی طرف سے زمانہ کے شریر اور شاطر اور بدترین لوگوں کو قوم پر مسلط کیا جائے گا، اور اس زمانہ کے اچھے لوگ اللہ سے خیر کی دعائیں کریں گے، پھر ان کی دعا بھی قبول نہ ہوگی، جب قوم میں برائیاں عام ہوجاتی ہیں اور برائی کو برائی نہ سمجھی جائے تو اللہ کی طرف سے طرح طرح کی مصیبتیں آپڑتی ہیں، اور سب سے بڑی مصیبت یہ ہے کہ قوم کے اوپر شریر، اور بدترین اور بدعمل لوگ مسلط ہوجائیں اور ان کی بدعملی اور برائیوں کی وجہ سے عام لوگ برائیوں کے دلدل سے نکل نہیں پائیں گے، اور ان کی برائیوں کی نحوست قوم کے ہر طبقہ میں ایسی پھیلے گی کہ نئی نسل کے لوگ ان برائیوں کو برائی نہیں سمجھیں گے، اور انہی برائیوں کو اپنا معیارِ زندگی کا جزء سمجھیں گے، پھر امر بالمعروف اور نہی عن المنکر بالکل ختم ہوجائے گا، اور اس نحوست کے عام ہوجانے کے بعد اس زمانہ کے متقی اور نیک لوگ اللہ سے دعائیں کریں گے، تو ان کی دعائیں بھی قبول نہ ہوں گی۔

اب ۲۱؍ اکیس علامات کی پوری حدیث شریف ملاحظہ فرمائیے:

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍؓ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: سَيَجِيْئُ فِيْ آخِرِ الزَّمَانِ أَقْوَامٌ (۱) تَكُوْنُ وُجُوْهُهُمْ وُجُوْهَ الآدَمِيِّيْنَ (۲) وَقُلُوْبُهُمْ

حضرت عبد اللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: کہ عنقریب آخری زمانہ میں ایسے لوگ پیدا ہوں گے کہ ان کی صورت شکل انسانوں کی صورت میں ہوں گی، اور ان کے دل شیاطین اور ابلیس کے دل

قُلُوبَ الشَّيَاطِيْنَ (٣) أَمْثَالَ الذِّئَابِ الضَّوَارِيْ (٤) لَيْسَ فِيْ قُلُوبِهِمْ شَيْءٌ مِنَ الرَّحْمَةِ (٥) سَفَّاكُوْنَ لِلدِّمَاءِ (٦) لا يَرْعَوْنَ قَبِيْحًا (٧) إِنْ تَابَعْتَهُمْ وَارِبُوْكَ (٨) وَإِنْ تَوَارَيْتَ عَنْهُمْ اِغْتَابُوْكَ (٩) وَإِنْ حَدَّثُوْكَ كَذَّبُوْكَ (١٠) وَإِنْ ائْتَمَنْتَهُمْ خَانُوْكَ (١١) صَبِيُّهُمْ عَارِمٌ (١٢) وَشَابُّهُمْ شَاطِرٌ (١٣) وَشَيْخُهُمْ لايَأْمُرُ بِمَعْرُوْفٍ وَلا يَنْهٰى عَنْ مُنْكَرٍ (١٤) الاعْتِزَازُ بِهِمْ ذُلٌّ (١٥) وَطَلَبُ مَا فِيْ أَيْدِيْهِمْ فَقْرٌ (١٦) اَلْحَلِيْمُ فِيْهِمْ غَاوٍ (١٧) وَالآمِرُ بِالْمَعْرُوْفِ فِيْهِم مُتَّهَمٌ (١٨) اَلْمُؤْمِنُ فِيْهِمْ مُسْتَضْعَفٌ (١٩) وَالْفَاسِقُ فِيْهِمْ مُشَرَّفٌ (٢٠) اَلسُّنَّةُ فِيْهِمْ بِدْعَةٌ (٢١) وَالْبِدْعَةُ فِيْهِمْ سُنَّةٌ، فَعِنْدَ ذٰلِكَ يُسَلِّطُ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ شِرَارَهُمْ وَيَدْعُو أَخْيَارُهُمْ فَلا يُسْتَجَابُ لَهُمْ. (المعجم الأوسط ٤/٣٦٥، برقم: ٦٢٥٩، المعجم الكبير ١١/٨١-٨٢، برقم: ١١١٦٩، مجمع الزوائد ٧/ ٣٢٦)

ہوں گے، اور خونخوار بھیڑیئے اور درندوں کی طرح ہوں گے، ان کے دلوں میں ہمدردی اور رحمت میں سے کچھ نہ ہوگا، لوگوں کے خون بہانے والے ہوں گے، کسی قسم کی برائی سے باز نہیں آئیں گے، اگر ان کا اتباع کیا جائے یا ان سے خرید وفروخت کی جائے، تو وہ تم کو دھوکہ دیں گے، اور اگر ان سے بچ کر چھپ جاؤگے، تو وہ تمہاری غیبت کریں گے، اور اگر تم ان سے بات کروگے وہ تم سے جھوٹ بولیں گے، اور اگر تم ان کے پاس امانت رکھوگے تو تمہاری خیانت کریں گے، اور ان کے بچے بدخلق اور بدتمیز ہوں گے، اور ان کے جوان خبیث ترین، شاطر اور شریر ہوں گے، اور ان کے بوڑھے بھلائی کا حکم نہیں کریں گے، اور برائی سے منع نہیں کریں گے، اور ان کے ذریعہ سے عزت اور قوت حاصل کرنا ذلت کا باعث ہوگا، اور ان کے قبضہ کی چیزوں کی خواہش اور امید رکھنا فقر اور محتاجی کا سبب ہوگا، ان میں کا بردبار آدمی گمراہ اور دھوکہ باز ہوگا، اور ان میں امر بالمعروف کرنا تہمت اور الزام کا باعث ہوگا، اور ان میں مومن ومتقی لوگ ضعیف اور کمزور ہوں گے، اور ان میں فاسق اور فجار لوگوں کی عزت وشرف ہوگی، اور ان میں سنت رسول کو بدعت سمجھا جائے گا، اور ان میں بدعت کو سنت سمجھا جائے گا، تو اس وقت اللہ تعالیٰ ان کے اوپر زمانہ کے بدترین شریر لوگوں کو مسلط کردیں گے، اور ان کے اچھے لوگ اللہ سے دعا کریں گے، ان کی دعا بھی قبول نہ ہوگی۔

○❖○

ایکس مسلم کا فتنہ

از: حضرت مولانا خالد سیف اللہ صاحب رحمانی صدر آل انڈیا مسلم پرسنل لاء بورڈ

جس درخت پر پھل ہوتے ہیں، اسی پر پتھر پھینکے جاتے ہیں، شجر بے ثمر کی طرف کوئی نظر اٹھا کر بھی نہیں دیکھتا، اسی طرح جن مذاہب کا دور گزر چکا ہے، یا جن میں انسانیت کو متأثر کرنے کی صلاحیت نہیں ہے، ان کی تردید اور ان پر تنقید کی ضرورت نہیں ہوتی؛ کیوں کہ ان کی عقیدت و محبت کی جڑیں دلوں میں پیوست نہیں ہوتیں، ان کی پہچان محض کچھ رسومات تک محدود ہوتی ہیں، دنیا کے بڑے حصے بظاہر عیسائیت کے زیر اثر ہیں؛ لیکن عیسائیت عملاً کرسمس تک محدود ہے، نہ اس میں حلال وحرام کا کوئی تصور ہے، نہ صحیح اور غلط کی سرحدیں ہیں، ہندو مذہب میں لاکھوں دیویوں اور دیوتاؤں کی پوجا کی جاتی ہے، جو لوگ رام جی کی پوجا کریں اور راون کا پتلا جلائیں، وہ بھی ہندو ہیں، اور جو لوگ راون کے پرستار ہوں، وہ بھی ہندو ہیں، جو لوگ خدا کے منکر ہوں وہ بھی ہندو ہیں، اور جو خداؤں کی ایک فوج کے سامنے سر جھکاتے ہوں، وہ بھی ہندو ہیں، نہ ہندو مذہب انسانی زندگی میں کوئی تبدیلی لاتا ہے، اور نہ عیسائیت انسان پر کوئی فرض عائد کرتی ہے، اور زندگی کے اچھے اور برے معاملات میں کوئی رخنہ ڈالتی ہے، ایسے مذاہب سے انسان کی زندگی میں کوئی تبدیلی نہیں آتی تو ظاہر ہے کہ نہ اس کو قبول کرنے میں کوئی دشواری ہے اور نہ ہی چھوڑنے میں؛ اس لئے ان پر فکری تنقید بھی نہیں ہوتی، چاہے کتنی بھی غیر فطری بات کہی جائے، لوگ سر جھکا لیتے ہیں، گائے کے گوبر سے جسم کو مَلتے ہیں، اور گئو متر پیتے ہیں، خنزیر کھاتے ہیں اور شراب پیتے ہیں، مرد و عورت کے تعلقات میں کسی حد بندی کے قائل نہیں ہیں، ایسے مذاہب انسان کی خواہشات میں کوئی رکاوٹ پیدا نہیں کرتے؛ اس لئے عام لوگوں کو ان پر انگلی اٹھانے کی ضرورت محسوس نہیں ہوتی۔

جو مذہب زندگی کا ایک پورا نظام رکھتا ہے، جس میں حلال وحرام کی سرحدیں مقرر ہوں، جس میں انسانی خواہشات کے لئے حدیں قائم ہوں، اس میں انسان کو قدم قدم پر خواہش پرستی کے راستے میں رکاوٹ پیدا ہوتی ہے؛ اس لئے اس پر سوالات اٹھائے جاتے ہیں؛ اس لئے اگر کچھ لوگ خواہ وہ ایمان کے

دائرہ سے باہر ہوں، یا نام نہاد مسلمان ہوں، اگر اسلام پر انگلی اٹھائیں اور زبان کھولیں تو مجھ کو کوئی حیرت نہیں ہوتی؛ کیوں کہ یہ فطری بات ہے، جب کسی کی خواہش پر زد پڑتی ہے، تو چاہے کتنی اچھی بات کہی گئی ہو، وہ اس کو ناگوار گزرتی ہے۔

اس وقت عالمی سطح پر ایک فتنہ سرگرم عمل ہے، اس میں بعض گروپ انٹرنیشنل سطح پر کام کررہے ہیں، اور ان کی ویب سائٹس سے ہندوستان میں بھی فائدہ اٹھایا جارہا ہے، اور بھولے بھالے مسلمانوں کو گمراہ کرنے کے لئے استعمال کیا جارہا ہے، اور بعض ویب سائٹس ہندوستان کی ہیں، معلوم ہوا کہ اس سلسلے میں کیرالہ کی exmuslim.in زیادہ فعال ہے، یہ مسلمانوں کو دعوتِ ارتداد کی ایک خطرناک صورت ہے، پڑھے لکھے جدید تعلیم یافتہ نوجوانوں کی ایک بڑی تعداد اسلامی لٹریچر سے نابلد ہے، اور وہ صرف سوشل میڈیا سے معلومات حاصل کرتی ہیں، ان میں سے بہت سے وہ بھی ہیں، جن کا علماء، دینی شخصیات اور دینی اداروں سے کوئی واسطہ نہیں ہے، ایسے نوجوانوں پر سخت توجہ کرنے کی ضرورت ہے۔

مسلمانوں اور خاص کر علماء، مذہبی جماعتوں اور پیشواؤں کا فریضہ ہے کہ وہ اس بارے میں پوری فکرمندی سے کام لیں، مسلم سماج کو ایسے فتنوں سے بچائیں، جہاں جلسوں، اجتماعات اور جمعہ وعیدین کے خطبات میں اعمالِ صالحہ کی ترغیب دی جاتی ہے، وہیں مسلمانوں کو ایمان کی حقیقت اور اس کی اہمیت بھی بتائی جائے، جیسے عملی گناہوں کی شناعت بیان کی جاتی ہے، اسی طرح کفر وشرک کی برائی بھی ان کے سامنے رکھی جائے، قرآن وحدیث سے بھی انھیں سمجھایا جائے اور عقیدۂ توحید کی معقولیت، اس کی کائنات کی فطرت سے مطابقت اور شرک کی نامعقولیت بھی انھیں سمجھائی جائے، حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ فرمایا کرتے تھے کہ لوگ وضوء اور روزہ کے نواقض کے مسائل تو بتاتے ہیں؛ لیکن نواقض ایمان نہیں بتاتے، یعنی جن باتوں کی وجہ سے انسان کا ایمان ختم ہوجاتا ہے، ان کو بھی بتانا چاہئے، موجودہ حالات میں اس کی ضرورت واہمیت بہت بڑھ گئی ہے۔

سب سے اہم بات یہ ہے کہ لوگوں کو ایمان اور ہدایت کی اہمیت سمجھائی جائے کہ یہ نعمت اللہ تعالیٰ کی توفیق اور حُسن انتخاب سے ملتی ہے، رسول اللہ ﷺ کو بھیجا ہی گیا تھا انسانیت کی ہدایت ورہنمائی کے لئے، پھر بھی آپ ﷺ سے فرمایا گیا کہ ضروری نہیں کہ آپ جسے چاہیں، وہ ہدایت پا جائے، اللہ تعالیٰ اپنی مشیت خصوصی سے جس کو چاہتے ہیں، ہدایت سے نوازتے ہیں: اِنَّکَ لَا تَهْدِيْ مَنْ اَحْبَبْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَاءُ. (القصص: ٥٦) تمام رشتوں میں سب سے قربت کا رشتہ بیوی اور اولاد کا ہوتا ہے؛

لیکن حضرت نوح اور حضرت لوط علیہما السلام کی بیوی، نیز حضرت نوح علیہ السلام کی اولاد کے لئے ہدایت مقدر نہیں ہوسکی) تحریم: ۱۰- ھود: ۶۵ (عبداللہ بن سعد بن ابی سرح مسلمان ہوئے، بارگاہ نبوی ﷺ میں حاضر ہوئے اور آپ ﷺ نے ان سے وحی کی کتابت کرائی؛ لیکن اللہ کی طرف سے ان کے لئے ہدایت پر قائم رہنا مقدر نہیں تھا؛ اس لئے پھر مرتد ہوگئے، پھر فتح مکہ کے موقع پر انہوں نے توبہ کی اور حضرت عثمان غنیؓ کی سفارش پر آپ ﷺ نے ان کی توبہ قبول فرمائی۔ (مسند بزار، حدیث نمبر: ۱۵۱۱)

اسی لئے اللہ تعالیٰ نے خاص طور پر دُعاء سکھائی ہے: اے اللہ! ہدایت پانے کے بعد پھر ہمارے دل کو کجی میں مبتلا نہ فرما دیجئے: رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوبَنَا بَعْدَ اِذْ هَدَيْتَنَا. (آل عمران: ۸)

ایمان کی اس اہمیت کا تقاضا ہے کہ ایمان کی حفاظت میں جن آزمائشوں سے گزرنا پڑے، ایک صاحب ایمان ان پر صبر کرے، اور اس کے پائے استقامت میں کوئی تزلزل نہ آئے، قرآن مجید میں اہل ایمان اور کفر کی نمائندہ ظالم قوتوں کے درمیان تصادم کے بہت سے واقعات نقل کئے گئے ہیں، ان واقعات میں کہیں ایسا بھی ہوا کہ اہل ایمان کو غلبہ حاصل ہوا، یا ایسا معجزہ ظہور میں آیا کہ کفر کی طاقت پاش پاش ہوگئی؛ لیکن بہت سی دفعہ اہل ایمان کو صبر وآزمائش کے مرحلوں سے گزرنا پڑا، اور بظاہر وہ ظلم کی چکی میں پستے رہے، قرآن میں ان واقعات کے تذکرہ کا بظاہر یہی مقصد ہے کہ ایمان اور عمل صالح کی بناء پر اللہ تعالیٰ نے آخرت کی کامیابی اور نجات کا وعدہ کیا ہے، اور یہ ایک یقینی بات ہے، ان شاء اللہ اہل ایمان ہی آخرت میں سرخرو ہوں گے؛ لیکن اللہ تعالیٰ نے دنیا میں یہ وعدہ نہیں فرمایا کہ بہر صورت مسلمانوں ہی کو مادی کامیابی حاصل ہوگی، ان کے دشمن یقینی طور پر مغلوب ہوجائیں گے، انھیں تکلیف سے آزمایا نہیں جائے گا اور اُن کے لئے پھولوں کی سیج بچھائی جائے گی؛ بلکہ قرآن نے اہل ایمان کو خطاب کرتے ہوئے کہا کہ ہم تمہیں جان، مال اور اولاد کے نقصان سے ضرور ہی آزمائیں گے: وَلَنَبْلُوَنَّكُم بِشَيْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَالْجُوعِ وَنَقْصٍ مِّنَ الْأَمْوَالِ وَالْأَنفُسِ وَالثَّمَرَاتِ. (البقرۃ: ۱۵۵)

قرآن مجید میں متعدد واقعات ذکر کئے گئے، جن میں اصحاب ایمان کے بعض گروہوں کے ساتھ بڑا ظلم روا رکھا گیا؛ لیکن کبھی انھوں نے دعوت حق سے منہ نہیں پھیرا، قرآن مجید میں ان جادوگروں کا ذکر کیا گیا ہے، جن کو فرعون نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے مقابلہ میں پورے مصر سے جمع کیا تھا، جب ان جادوگروں پر یہ بات واضح ہوگئی کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام جادوگر نہیں ہیں؛ بلکہ واقعی اللہ کے نبی ہیں، تو وہ ایمان لے آئے، فرعون نے کہا: میں تم سب کے اُلٹے ہاتھ پاؤں کاٹ ڈالوں گا، اور سولی پر چڑھا دوں گا؛

لیکن ان حضرات نے جواب دیا کہ ہمیں تو یوں بھی اللہ کی طرف لوٹنا ہی ہے، اور اللہ تعالیٰ سے دُعاء کی کہ ہمیں صبر کرنے کی قوت عطا فرما اور اسلام کی حالت میں اس دنیائے فانی سے اُٹھا: رَبَّنَا اَفْرِغْ عَلَيْنَا صَبْرًا وَّتَوَفَّنَا مُسْلِمِيْنَ. (الاعراف:۱۲۶)

قرآن مجید میں ایک اور واقعہ ''اصحاب اُخدود'' کا ذکر کیا گیا ہے، کچھ لوگ جو حقیقی عیسائیت پر قائم تھے، مشرک حکمرانوں نے ان کو تبدیلی مذہب کے لئے مجبور کرنے کی کوشش کی، یہاں تک کہ ایک بڑی خندق کھود کر آگ سلگائی گئی، تمام اہل ایمان کو اس دہکتی ہوئی آگ میں پھینک دیا گیا اور یہ سب کچھ ان کے ساتھ صرف مسلمان ہونے کی وجہ سے کیا گیا: وَمَا نَقَمُوْا مِنْهُمْ اِلَّا اَنْ يُّؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْحَمِيْدِ. لیکن اس کے باوجود وہ اس پر ثابت قدم رہے، انھوں نے نذر آتش ہو جانا گوارا کیا؛ لیکن دولت ایمان سے محرومی کو قبول نہیں کیا۔ (البروج:۸)

خود صحابہ کرامؓ نے ایمان کے لئے کتنی قربانیاں دیں؟ سیرت کے صفحات قربانی کے ان نقوش سے روشن ہیں، یہ اُمیہ ہے، جو حضرت بلالؓ کو دوپہر کی دھوپ میں مکہ کی سنگلاخ وادیوں میں گھسیٹتا اور گھسیٹواتا تھا، پھر ان کے سینہ پر پتھر کی چٹان رکھ دیتا تھا کہ وہ اس گرم ریت پر حرکت بھی نہ کرسکیں، اور کروٹ بھی نہ لے سکیں، پھر کہتا تھا: تم کو مرنے تک اسی طرح رہنا ہے، اس سے بچنے کی ایک ہی صورت ہے کہ تم محمد ﷺ کے نبی ہونے کا انکار کرو اور لات وعزیٰ کی مورتیوں کی پوجا کرو، قربان جایئے حضرت بلالؓ پر کہ ایسے حالات میں ایمان پر قائم رہنے کے ساتھ صرف زبان سے کلمۂ کفر کہنے کی گنجائش ہے؛ لیکن حضرت بلالؓ کے عشق ایمانی اور جذبۂ قربانی کو یہ بات بھی گوارا نہیں تھی اور ان کی زبان پر ''اَحداَحد''یعنی ''اللہ ایک ہے، اللہ ایک ہے'' کا کلمہ جاری رہتا تھا۔

یہ حضرت خبیب انصاریؓ ہیں، جنھیں اہل مکہ نے گرفتار کر لیا تھا، جب انھیں غزوہ بدر کے بعض مقتولین کے بدلہ میں حرم سے باہر لے کر نکلے؛ تاکہ انھیں قتل کر دیا جائے تو ان کی ثابت قدمی کا حال یہ تھا کہ نہ رونا دھونا، نہ آہ وواویلا، نہ جزع وفزع، نہ جان بخشی کی اپیل اور نہ خوشامد، نہ دل کے اطمینان کے ساتھ کلمۂ کفر کا تلفظ کہ جان بچانے کے لئے خود قرآن مجید نے اس کی اجازت دی۔ (سورۂ نحل:۱۰۶) بلکہ صرف دو رکعت نماز کی اجازت طلب کی اور دوگانہ ادا فرمائی، پھر فرمایا: اگر مجھے یہ خیال نہ ہوتا کہ میں نماز لمبی کروں تو تم اس کو موت سے گھبراہٹ سمجھو گے تو میں نماز کو لمبی کرتا: وَاللّٰهِ لَوْلَا اَنْ تَحْسَبُوْا اَنَّ مَا بِيْ جَزَعٌ لَزِدْتُ. (بخاری، حدیث نمبر:۳۹۸۹) اس طرح حضرت خبیبؓ نے اللہ ورسول سے وفاداری کا

حق ادا کر دیا؛ چنانچہ یہ مسلمانوں کی سنت بن گئی کہ جب بھی کسی مسلمان کو گرفتار کر کے قتل کیا جاتا تو وہ اس سے پہلے دو رکعت نماز ادا کرتا۔ (بخاری، حدیث نمبر: ۳۹۸۹)

اس لئے مسلمانوں کو سمجھانے کی ضرورت ہے کہ مسلمان ہونا کوچۂ عشق میں قدم رکھنا ہے، عجب نہیں کہ اس میں آگ کے شعلوں پر چلنا اور کانٹوں بھرے راستہ کو طے کرنا پڑے؛ لیکن جب انسان جان و مال اور عزت و آبرو کی حفاظت کے لئے ایسی آزمائشوں کو برداشت کرتا ہے تو ایمان کی نعمت تو اس سے کہیں بڑھی ہوئی ہے، اس کے لئے تو یہ قربانیاں ہیچ ہیں؛ اس لئے ہر مسلمان کو اللہ سے دُعاء کرنی چاہئے کہ ملتِ اسلامیہ ایسی آزمائشوں سے محفوظ رہے؛ لیکن اس عزم مصمم اور ارادۂ مستحکم کو اس کے سینہ میں جاں گزیں ہونا چاہئے کہ اگر صبر و آزمائش کے مرحلے آئیں گے، تب بھی ہم اپنی وفاداری پر آنچ نہیں آنے دیں گے کہ پروانگی اس کے بغیر مکمل نہیں ہوسکتی کہ اس میں شمع پر جل مرنے کا جذبہ کامل موجود ہو۔

فتنۂ ارتداد کے مقابلہ کی بہت بڑی ذمہ داری علماء پر ہے، افسوس کہ ہم نے سمجھ لیا کہ ہمارے فرائض مساجد اور مدارس تک محدود ہیں، اس دائرہ سے باہر جیسی کچھ بھی آفت آجائے، اس سے نمٹنا ہمارے فرائض میں شامل نہیں ہے، وہ زیادہ سے زیادہ نفل کے درجہ میں ہے، یہ درست نہیں ہے، یہ اپنے مقام و مرتبہ کے ساتھ ناانصافی اور اُمت کے ساتھ ظلم و زیادتی ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: **عُلَمَاءُ أُمَّتِيْ كَـأَنْبِيَاءِ بَنِيْ اِسْرَائِيْلَ.** (المقاصد الحسنة، حديث نمبر: ٧٠٢) میری اُمت کے علماء بنی اسرائیل کے انبیاء کی طرح ہیں، بنی اسرائیل کے انبیاء کی زندگی کا ایک اہم پہلو یہ ہے کہ ایک نبی ایک قوم کو اپنی کوششوں کا ہدف اور جدوجہد کا مرکز بناتا تھا، اور اس طرح وہ قوم ہدایت سے سرفراز ہوتی تھی، علماء کا طرز عمل بھی یہی ہونا چاہئے کہ وہ ایک حلقہ کو اپنی کوششوں کا مرکز بنالیں، اور اس حلقہ پر پوری نظر رکھیں کہ کہیں دبے پاؤں ارتداد کا فتنہ آپ کے حلقہ میں داخل تو نہیں ہو رہا ہے۔

اسی طرح رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: **اِنَّ الْعُلَمَاءَ وَرَثَةُ الْاَنْبِيَاءِ** . (ابو داؤد: ٣٦٤١) کہ علماء انبیاء کے وارث ہیں، اس حدیث کی تشریح کرتے ہوئے بعض شارحین نے ایک خوبصورت اور بامعنی اشارہ اخذ کیا ہے کہ انبیاء بلا طلب خود ضرورت مندوں تک پہنچتے تھے، تو عالم کو بھی اُمت کے درمیان بغیر طلب کے پہنچنا چاہئے، جب ہی انبیاء کے وارث ہونے کا حق ادا ہوگا، ضرورت ہے کہ مدارس، مذہبی تنظیمیں، جماعتیں اور علماء و مشائخ اپنی اصلاحی سرگرمیوں کو مساجد، مدارس اور خانقاہوں سے باہر لے کر جائیں، خود اُمت کے دروازوں تک پہنچیں، ملت کے دلوں پر دستک دیں اور ان کے ایمان و اعمال کی حفاظت کو اپنی ضرورت سمجھیں۔

○❖○

آپسی محبت کیسے قائم ہو؟

مفتی محمد عفان منصور پوری (صدر المدرسین واستاذِ حدیث جامعہ اسلامیہ عربیہ جامع مسجد، امروہہ)

نبی کریم علیہ الصلاۃ السلام نے امت کو یہ پیغام اور سبق دیا ہے کہ ہم باہمی ملاقات کے وقت ''السلام علیکم'' جیسے دعائیہ جملے کو اپنی زبان سے ادا کرنے کے عادی بنیں، اللہ تعالیٰ اس عادت کی برکت سے آپس میں محبتیں اور خیر خواہی و ہمدردی کے جذبات پیدا فرمائیں گے۔

نبی کریم علیہ الصلاۃ والسلام نے ارشاد فرمایا: اپنے کسی مسلمان بھائی سے جب بھی ملاقات ہو تو اسے سلام کرنا چاہیے، اگر تمہارے اور تمہارے بھائی کے درمیان درخت اور پیڑ بیچ میں آ گیا یا دیوار بیچ میں آ گئی اور دو منٹ کے بعد پھر تمہارا اور اس کا سامنا ہوا پھر سلام کرو۔ (سنن ابوداؤد، کتاب الادب ۲/ ۷۰۷)

بار بار سلام کرنے میں پیسے تو خرچ ہو نہیں رہے، جس زبان کو ہم قینچی کی طرح چلا کر بے کار کی باتیں کرتے ہیں اس زبان سے اگر ہم بار بار سلام کریں گے اور عبادت سمجھ کر کریں گے تو اللہ ہمیں سلام کرنے کے عوض اتنا ثواب عطا فرمائیں گے جس کا ہم تصور بھی نہیں کر سکتے۔

سلام کا شوق

وَعَنِ الطُّفَيْلِ بْنِ أُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ: أَنَّهُ كَانَ يَأْتِي عَبْدَاللهِ ابْنَ عُمَرَ فَيَغْدُوْ مَعَهُ إِلَى السُّوْقِ، قَالَ فَإِذَا غَدَوْنَا إِلَى السُّوْقِ لَمْ يَمُرَّ عَبْدُ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ عَلٰى سُقَّاطٍ وَلَا عَلٰى صَاحِبِ بَيْعَةٍ وَلَا مِسْكِيْنٍ وَلَا أَحَدٍ إِلَّا سَلَّمَ عَلَيْهِ، قَالَ الطُّفَيْلُ: فَجِئْتُ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ يَوْمًا فَاسْتَتْبَعَنِيْ إِلَى السُّوْقِ فَقُلْتُ لَهُ: وَمَا تَصْنَعُ فِي السُّوْقِ وَأَنْتَ لَا تَقِفُ عَلَى الْبَيْعِ وَلَا تَسْأَلُ عَنِ السِّلَعِ وَلَا تَسُوْمُ بِهَا وَلَا تَجْلِسُ فِيْ مَجَالِسِ السُّوْقِ قَالَ: وَأَقُوْلُ اِجْلِسْ بِنَا هٰهُنَا نَتَحَدَّثُ، قَالَ: فَقَالَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ: يَا أَبَا بَطْنٍ! –قَالَ وَكَانَ الطُّفَيْلُ ذَا بَطْنٍ– إِنَّمَا نَغْدُوْ مِنْ أَجْلِ السَّلَامِ نُسَلِّمُ عَلٰى مَنْ لَقِيْنَا. (رواه مالك ص: ٣٨٠، والبيهقي في شعب الإيمان ٦/ ٨٧٩٠)

طفیل بن ابی بن کعبؓ سے روایت ہے کہ وہ ابن عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آیا کرتے تھے اور وہ ان کے ساتھ صبح کے وقت بازار جاتے، راوی بیان کرتے ہیں، جب ہم بازار جاتے تو عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ وہاں معمولی کاروبار کرنے والے، بڑے سرمایہ دار، مسکین اور جس کسی شخص کے پاس سے بھی گزرتے تو اسے سلام کرتے، طفیل بیان کرتے ہیں، میں ایک روز عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آیا تو انہوں نے مجھے بازار جانے کے لیے کہا، میں نے انہیں کہا: آپ بازار میں کیا کریں گے؟ جبکہ آپ کسی بیع پر رکتے نہیں، نہ سودے کے متعلق دریافت کرتے ہیں، نہ اس کی قیمت پوچھتے ہیں اور نہ آپ بازار کی مجالس میں بیٹھتے ہیں، لہٰذا آپ یہاں ہی تشریف رکھیں اور ہم بات چیت کرتے ہیں۔ راوی بیان کرتے ہیں عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے مجھے فرمایا: پیٹ والے! راوی بیان کرتے ہیں، طفیل کا پیٹ بڑا تھا، ہم سلام کی غرض سے جاتے ہیں، ہم ہر ملنے والے کو سلام کرتے ہیں۔ (مشکاۃ المصابیح/کتاب الآداب حدیث:۴٦٦۴)

اندازہ لگائیے کہ جس طرح نیت کرکے انسان نماز پڑھتا ہے، نیت کرکے انسان صدقہ وخیرات کرتا ہے، اسی طرح نیت کرکے حضرت سلام کے ارادے سے گھر سے باہر نکل رہے ہیں، تلاش میں ہیں کہ کوئی اللہ کا بندہ اسلامی شناخت رکھنے والا ملے اور میں اس کو سلام کروں نامہ اعمال میں نیکیوں کا اضافہ کرنے والا بن جاؤں، اس لیے سلام کرنے میں کنجوسی اور بخل ہرگز نہ کرنا چاہیے بلکہ احساس یہ ہونا چاہیے کہ ہم موقع کی تلاش میں ہیں کسی کی پرچھائی بھی اگر دکھائی دے تو ہم تیار ہو جائیں سلام کے لیے اور سلام میں پہل کرنا یہ اللہ کو بہت پسند ہے۔

سلام میں پہل کرنا

نبی کریم علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: **إِنَّ أَوْلَى النَّاسِ بِاللّٰهِ مَنْ بَدَأَهُمْ بِالسَّلَامِ.** (رواه أبو داؤد والترمذي، رقم: ٢٦٩٤) لوگوں میں اللہ کی نگاہ میں سب سے افضل آدمی وہ ہے جو سلام کرنے میں پہل کرے۔

اور آج زمانہ ایسا آ گیا ہے کہ کسی دوسرے کو سلام کرتے ہوئے ہم اپنی توہین محسوس کرتے ہیں کہ میاں! ہم کیوں سلام کریں، اسے غرض ہوگی تو سلام کرے گا۔

خاص طور پر اگر کسی سے الجھاؤ ہو جائے تھوڑا بہت نزاع ہو جائے تو پھر تو زبان کھلتی ہی نہیں اسے دیکھ کر تو ہونٹوں پر بالکل تالے پڑ جاتے ہیں، ہاں غیبت کرنی ہوگی تو گھنٹوں غیبت کرلیں گے، چغلی کرنی ہوگی تو گھنٹوں اسی میں گذار دیں گے، لیکن سلامتی کے کلمات اس کے لیے زبان سے نہیں نکل سکتے۔

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: تین دن سے زیادہ کسی شخص سے گفتگو اور بات چیت بند کرنا اپنے آپ کو اللہ کی رحمت سے محروم کرنے کے مرادف ہے اللہ کی لعنت و پھٹکار کا وہ انسان مستحق بن جاتا ہے جو تین دن سے زیادہ کسی انسان سے گفتگو بند کرتا ہے آدمی کو غصہ ہو تو ایک دن میں ٹھنڈا ہو جائے دو دن میں

ہوجائے تین دن میں ہوجائے اس کے بعد بھی اگر غصہ سرد نہیں ہورہا ہے تو اس کا مطلب ہے کہ شیطان نے اس کو اپنے جال میں پھنسالیا ہے اب تو تین تین سال گذر جاتے ہیں غصہ اتر تا ہی نہیں، جتنا وقت گذر تا رہتا ہے اتنی ہی گرمی بڑھتی رہتی ہے، یہ حقیقت ہے کہ جتنی دیری ہوگی اتنی خلیج بڑھتی چلی جائے گی اور اتنی گہری ہوتی چلی جائے گی کہ اس کو پاٹنا مشکل ہوگا، ہر مسلمان کو سلام میں پہل کرنے کی کوشش کرنی چاہیے۔

نبی کریم علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ کبر وغرور کو اپنے دل و دماغ سے دور کرنے کا نسخہ سلام میں پہل کرنا ہے، جو آدمی متواضع ہوگا، اپنے آپ کو حقیر و کمتر سمجھے گا وہی سلام میں پہل کرے گا اور جس کے دماغ میں ذرا سا بھی خناس بھرا ہوگا تو وہ سلام میں پہل کرتا ہوا آپ کو نہیں دکھائی دے گا۔

سب کو سلام کریں

دوسری بات یہ ہے کہ پہچان کے لوگ ہوں یا انجان ہوں، اگر ایمان والے ہیں تو سلام کرنا ہماری ذمہ داری اور فریضہ ہے۔

نبی کریم علیہ السلام نے قیامت کی علامات میں سے ایک نشانی بیان فرمائی: کہ بس خاص لوگوں کو سلام کیا جائے گا، جس سے ہماری کوئی غرض وابستہ ہوگی، جس سے ہمارا مفاد جڑا ہوگا، جس سے ہمیں کچھ حاصل کرنا ہوگا، اس کو تو فرشی سلام کرنے کے لیے بھی تیار ہوں گے اور دیکھ کر جھک جائیں گے، جس سے ہمارا کوئی لینا دینا نہیں ہوگا، کوئی پہچان نہیں ہوگی، اس پر ہماری کوئی توجہ نہیں ہوگی، یہ طریقہ اسلامی اور نبوی طریقے کے سراسر منافی ہے۔

نبی کریم علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: سلام کروان کو بھی جن کو تم پہچانتے ہو، ان کو بھی جن کو تم نہیں جانتے، خاص طور پر گھر میں داخلہ کے وقت قرآن پاک میں سلام کا حکم دیا گیا: ”اِذَا دَخَلْتُمْ بُيُوْتًا فَسَلِّمُوْا عَلٰى اَنْفُسِكُمْ. (النور: ٦١) قرآن پاک میں حکم دیا جارہا ہے کہ جب گھروں میں قدم رکھو تو سلام کرتے ہوئے گھروں میں داخل ہو، یہ اللہ کی جانب سے تمہاری زندگی میں برکتوں اور رحمتوں کے نزول کا باعث ہوگا۔

یہ عادت بھی ہماری چھوٹتی چلی جارہی ہے، کم ہی ہمارے بھائی ایسے ہوں گے جو گھر میں داخلہ کے وقت سلام کرتے ہوئے جاتے ہوں گے، اکثر و بیشتر ایسے ہیں جن کو اس موقع پر سلام کرنا یاد ہی نہیں رہتا، سوچتے ہیں کہ بیوی کو سلام ہم کریں، وہ ہمیں سلام کرے گی۔

عادت ہی نہیں ہے سلام کرنے کی حالانکہ نبی کریم علیہ السلام ارشاد فرماتے ہیں کہ جو شخص اپنے گھر میں داخل ہوتے وقت سلام کرے گا اللہ اس کے گھر کو برکات وخیرات ونعمتوں سے مالا مال فرمائیں گے، گھر میں کوئی ہو یا نہ ہو پھر بھی سلام کرنے کا حکم ہے۔ممکن ہے اللہ کے فرشتے وہاں موجود ہوں۔

جولوگ اپنے گھر میں قرآن پاک کی تلاوت کرتے ہوں گے، نماز پڑھتے ہوں گے، نیکیاں کماتے ہوں گے، تو فرشتے وہاں رہتے ہوں گے، گھر میں کوئی بھی نہیں ہے تو وہاں بھی فرشتوں کی نیت سے سلام کرتے ہوئے گھر میں داخل ہونا چاہیے۔

جواب کا بہتر انداز

قرآن کریم میں ارشاد فرمایا گیا: ''وَإِذَا حُيِّيْتُمْ بِتَحِيَّةٍ فَحَيُّوا بِأَحْسَنَ مِنْهَا''. (النساء: ۸۶)
جب تمہیں سلام کیا جائے تو جیسا سلام تمہیں کیا جارہا ہے اس سے بہتر سلام تم کرنے والے کو کرو۔

سلام کرنا سنت ہے لیکن جواب دینا واجب ہے نبی کریم علیہ السلام کی خدمت میں ایک صاحب تشریف لائے اور انہوں نے السلام علیکم کہا تو نبی کریم علیہ السلام نے ان کے جواب میں وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ کہا، پھر ایک صاحب آئے انہوں نے السلام علیکم ورحمۃ اللہ کہا تو نبی کریم علیہ السلام نے جواب میں ایک جملہ ''وبرکاتہ'' کا اضافہ فرمادیا۔

تو طریقہ یہ معلوم ہوا کہ ہمیں اگر کسی نے السلام علیکم کہا ہے تو ہمیں اس کے جواب میں وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ کہنا چاہیے، کسی نے السلام علیکم ورحمۃ اللہ کہا ہے تو ہمیں جواب میں ''وبرکاتہ'' کے اضافہ کے ساتھ کہنا چاہیے یا اگر کسی نے وبرکاتہ بڑھا کر سلام کیا ہے تو ہمیں اس کے جواب میں اسی کو دہرادینا ہے وبرکاتہ سے آگے الفاظ احادیث کے اندر موجود نہیں ہیں، بعض لوگ اس سے آگے مغفرتہ ورضوانہ بھی بڑھاتے ہیں؛ لیکن احادیث مبارکہ میں ان کا تذکرہ نہیں ملتا ہے۔

اور سلام کو سلام کی طرح کرنا چاہیے، جلد بازی میں سلام کا ستیاناس نہ کرنا چاہیے، ایک تو ہم سلام نہیں کرتے اور اگر کرتے بھی ہیں تو ایسا جلدی میں کرتے ہیں کہ پتہ ہی نہیں چل پاتا کہ سلام کیا ہے یا کچھ اور کہا ہے۔

بعض لوگ اس طرح سلام ادا کرتے ہیں کہ اس کی روح اور جان ہی نکل جاتی ہے، السلام کے لام کو اگر ہم حذف کردیں گے تو معنی بالکل الٹ ہوجائیں گے، السلام کے معنی سلامتی کے ہیں، سام کے معنی موت کے ہیں، السام علیکم کے معنی ہوگا کہ تم برباد ہوجاؤ، تم مرجاؤ، ختم ہوجاؤ یہ تو بددعا ہوجائے گی۔ جامع دعا غلط تلفظ اور غلط ادائیگی کے نتیجہ میں بددعا بن جائے گی۔

اس لیے گھر کے لوگوں کو صحیح طور پر سلام ادا کرنے کا عادی بننا چاہیے۔ لوگوں کو سکھانا چاہیے۔ چھوٹے بچوں کو سلام کرنے کا طریقہ بتانا چاہیے، جب شروع سے ایک طریقہ بتایا جائے گا تو بڑے ہوکر وہ اس طریقہ کو اپنائیں گے اور اسی کی پابندی کریں گے، ورنہ شروع سے جس چیز کی عادت بن جاتی ہے اخیر تک اسی عادت کے مطابق انسان چلتا رہتا ہے۔ اللہ تعالی ہم سب کے دلوں میں جوڑ پیدا فرمائے۔ آمین۔

آخری قسط

پردہ اور اسلامی شریعت

از:- مفتی محمد یحییٰ قاسمی اُستاذ عربی اَدب جامعہ قاسمیہ مدرسہ شاہی مرادآباد

مادرزادننگا ہونے سے انسان حتی الامکان بچے

اگر مرد وعورت ایسے غسل خانہ میں غسل کریں جہاں بے پردگی کا اندیشہ نہ ہو وہاں بھی حضور اکرم ﷺ کے فرمان کے مطابق مادرزاد ننگا ہونے سے بچنا چاہئے۔ ایک صحابی نے حضور اکرم ﷺ سے سوال کیا تھا کہ کیا ایسی جگہ پر مادرزاد ننگا ہوا جاسکتا ہے؟ تو حضور اکرم ﷺ نے جواب دیا: فَاللّٰهُ أَحَقُّ أَنْ يُّسْتَحْيٰى مِنْهُ. نیز حضور اکرم ﷺ کا ارشاد ہے: "إِذَا أَرَادَ أَحَدُكُمْ أَنْ يَّغْتَسِلَ فَلْيَتَوَارَ بِشَيْءٍ". (مسند أحمد ۲۹/۴۸۴، رقم: ۱۷۹۷۰) غسل کا کسی کا ارادہ ہو تو کسی چیز سے آڑ کرلے۔

عَنِ الْمِسْوَرِ بْنِ مَخْرَمَةَؓ قَالَ: حَمَلْتُ حَجَرًا ثَقِيْلًا فَبَيْنَا أَنَا أَمْشِيْ سَقَطَ عَنِّيْ ثَوْبِيْ فَلَمْ اَسْتَطِعْ أَخْذَهُ فَرَانِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: خُذْ عَلَيْكَ ثَوْبَكَ، وَلَا تَمْشِيْ عُرَاةً. (مسلم ۱/۱۵۴)

حضرت مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں (ایک اپنی کسی ضرورت کے تحت) میں نے ایک بڑا بھاری پتھر اٹھایا اور اسے لے کر چلا تو راستہ میں میرا کپڑا (یعنی تہبند) میرے بدن سے گر گیا (جس کی وجہ سے میرا ستر کھل گیا) مگر میں بوجھ کی وجہ سے (فوری طور پر) اپنے کپڑے کو اٹھا نہیں سکا اور اسی دوران نبی کریم ﷺ نے مجھے (برہنہ حالت میں) دیکھ لیا، چنانچہ آپ ﷺ نے فرمایا فوراً اپنا کپڑا اٹھاؤ (اور ستر پوشی کرو، اور پھر آپ نے عام حکم دیا) کہ ننگے نہ چلا کرو۔

(اصلاحی مضامین ۱/۳۸۱)

بعض وہ مسائل جن میں مرد وعورت کے درمیان احکام میں فرق کی وجہ صرف ''پردہ'' ہے

(۱) عورت کا کفنِ سنت پانچ کپڑے ہیں، جب کہ مرد کا کفنِ سنت تین کپڑے ہیں، یہ تین اور پانچ کا جو فرق ہے اس کی وجہ صرف یہ ہے کہ عورت کے لئے پردہ ہے، مرد کے لئے نہیں۔

(۲) عورت کو جب قبر میں اتارا جاتا ہے تو اس کے جنازے کو چاروں طرف سے چادر سے گھیر لیا جاتا ہے، جب کہ مرد کے جنازے میں ایسا نہیں کیا جاتا، اس فرق کی وجہ یہ ہے کہ عورت کو باپردہ رکھنا ہے۔

(۳) نماز کی ہیئت میں مرد وعورت کے درمیان جو بھی فرق ہے، علامہ بیہقی کے بیان کے مطابق اس کی بنیادی وجہ پردہ ہے، چنانچہ فرمایا:

فَجِمَاعُ مَا يُفَارِقُ الْمَرْأَةُ فِيهِ الرَّجُلَ مِنْ أَحْكَامِ الصَّلَاةِ رَاجِعٌ إِلَى السَّتْرِ وَهُوَ أَنَّهَا مَامُوْرَةٌ بِكُلِّ مَا كَانَ اَسْتَرَ لَهَا. (سنن البكرىٰ للبيهقي ٢/٣١٤)

(۴) مردوں کا امام مقتدیوں سے آگے نمایاں ہوکر کھڑا ہوتا ہے، جب کہ عورتوں کی امامت حضرات فقہاء کے یہاں مکروہ ہے، تاہم اگر عورت عورتوں کی امامت کرائے تو امام صف اول میں عورتوں کے وسط میں کھڑا ہوگا، مرد امام کی طرح آگے کھڑا نہ ہوگا؛ کیونکہ آگے کرنے میں ان کو نمایاں کرنا ہے، جب کہ وہ پردہ میں رہنے کی مکلّف و پابند ہے۔

(۵) اگر نمازی مرد ہے اور نماز کی حالت میں اس کے سامنے سے کسی آدمی کے گذر جانے کا اندیشہ ہو تو وہ ''تسبیح'' پڑھ کر کے متنبہ کرے گا، جب کہ نماز میں عورت کو ایسا خدشہ لاحق ہو تو تسبیح کے بجائے ''تصفیق'' دائیں ہاتھ کی انگلیوں کو بائیں ہاتھ کی ہتھیلی کے اوپر والے حصہ پر مارنے سے کام لے گی، زبان سے سبحان اللہ نہ کہے گی، یہ تسبیح و تصفیق کا فرق صرف اس لئے ہے کہ عورت سراپا پردہ ہے حتی کہ اس کی آواز بھی پردہ ہے۔

یہ بھی بے پردگی و بے حیائی ہے

یہ بھی بے پردگی ہے کہ کوئی عورت دولہن دیکھ کر آئے اور اپنے شوہر کے سامنے اس کے اوصاف ومحاسن قد وقامت، ضخامت وجسامت خوب کھول کھول کر بیان کرے، حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: ”لاَ تُبَاشِرِ الْمَرْأَةُ الْمَرْأَةَ، فَتَنْعَتَهَا لِزَوْجِهَا كَأَنَّهُ يَنْظُرُ إِلَيْهَا“. (مشکوۃ/۲۶۸) کوئی عورت کسی عورت سے مل کر اپنے شوہر کے سامنے اس کا حلیہ اس طرح بیان کرے تو یا وہ عورت اس کے سامنے ہے تو یہ بھی بے پردگی اور بے حیائی ہے؛ بلکہ یہ بھی بے پردگی و بے حیائی ہے کہ میاں بیوی اپنے نجی پرائیویٹ خاص تعلقات کے بارے میں اپنے دوستوں اور سہیلیوں کو مطلع کریں؛ بلکہ حدیث میں ایسے لوگوں کو ”شَرُّ النَّاسِ عِنْدَ اللهِ مَنْزِلَةً يَوْمَ الْقِيَامَةِ“ آخرت کے بدترین لوگ قرار دیا گیا ہے۔

ذیل کے چند شرعی احکام صرف ”پردہ“ کی وجہ سے ہیں

بلکہ شریعت کے چند احکام مثلاً استیذان اجازت طلبی کا حکم، تانک جھانک کی ممانعت، بیوی کے لئے خاص کمرے اور رہائش گاہ کی شرط صرف پردہ اور حجاب کی وجہ سے ہے؛ کیونکہ ان کے بغیر حجاب کی رعایت نہیں ہو پاتی۔

عورت کا گھر سے باہر نکلنا چند شرطوں کے ساتھ مشروط ہے

عورتوں کا گھر سے باہر قدم رکھنا چند شرطوں کے ساتھ مشروط ہے: (۱) ضرورت شدیدہ کے بغیر گھر سے نہ نکلے (۲) بلا اجازت شوہر یا بلا اجازت محرم نہ نکلے (۳) نہایت سادہ لباس میں نکلے، نہ عطر لگائے نہ اور کوئی خوشبو اور نہ جاذبِ نظر کپڑا پہن کر نکلے (۴) جتنی جلدی ہو واپس آجائے (۵) اجنبی کے ساتھ نہ نکلے (۶) شرعی سفر کی مقدار ہو تو شوہر یا محرم کے بغیر نہ جائے۔

چند غلط فہمیاں

پردے کے تعلق سے چند غلط فہمیاں سماج و معاشرے میں پائی جاتی ہیں:

(۱) یہی پتا نہیں کہ کس سے پردہ ہے اور کس سے نہیں؟

(۲) بچپن سے کوئی گھر میں آتا ہے تو نوجوانی میں بھی اس کو روکا نہیں جاتا۔

(۳) بہت زیادہ حسنِ ظن اور خود اعتمادی عموماً، دیور، چچازاد بھائی وغیرہ سے زنا کے قضیہ یعنی گھر کے چراغ سے گھر کے جلنے کے قصے اور حد سے زیادہ خود اعتمادی کی وجہ سے پیش آتے ہیں۔

بے پردگی کے نقصانات

بے پردگی سے بے حیائی کو فروغ ملتا ہے، زنا عام ہوتا ہے اور بعض مرتبہ مزاج اور طبیعت میں اس قدر بگاڑ اور فساد پیدا ہوجاتا ہے کہ ایک عورت، نیک کو چھوڑ کر بدکار سے یا مشرک سے نکاح کے لئے آمادہ ہوجاتی ہے، اگر معاشرہ بیچ میں حائل ہوتا ہے تو ''فرار'' کے واقعات پیش آتے ہیں، اللہ نے اسی مزاج کے فساد و بگاڑ کو بیان فرمایا: ''الزَّانِیُ لَا یَنْكِحُ الَّا زَانِیَةً اَوْ مُشْرِكَةً وَالزَّانِیَةُ لَا یَنْكِحُهَا اِلَّا زَانٍ اَوْ مُشْرِكٌ''. (النور: ۳) عامۃً وعادۃً زنا کار مرد، زنا کار عورت یا مشرکہ سے نکاح کرتا ہے، زنا کار عورت کا نکاح زنا کار مرد یا مشرک سے ہی ہوتا ہے۔

سزا ہے تیری بدمستی کی اب رونے سے کیا حاصل ☆ نہ تو یوں بے خبر ہوتا نہ گرتا تیرا پیمانہ

عورت تو عورت ایسے بچوں سے جو بے ریش اور اجرد وامرد ہوں ان سے بھی احتیاط برتنی چاہئے، ہمارے اکابرین ایسے بچوں سے بھی خلوت میں ملنے سے گریز واجتناب کیا کرتے تھے، حضرت امام ابوحنیفہؒ کے ورع کا یہ عالم تھا کہ جب تک شاگرد رشید سید امام ابو یوسفؒ بے ریش تھے، ان کو سبق میں سامنے بیٹھنے نہیں دیا، ایک دن پرچھائی سے یہ محسوس ہوا کہ امام ابو یوسفؒ کے چہرے پر خط آنے لگے ہیں تب آپ نے ان کو سامنے بیٹھنے کی اجازت دی ہے۔

نوٹ :- ہم مسلمانوں کا یہ عقیدہ ہونا چاہئے کہ ہم کو اسلام کے شجرۂ سایہ دار ہی میں سکون ملے گا، اگر اسلام کی تعلیمات کو ہم نظر انداز کریں گے تو ٹھوکر کھانا ہماری قسمت ہوگی، اے کاش! حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا یہ ارشاد ہر در و دیوار پر نقش ہوجائے:

أَعَزَّنَا اللهُ بِالْإِسْلَامِ فَمَهْمَا ابْتَغَيْنَا الْعِزَّةَ بِغَيْرِ الْإِسْلَامِ أَذَلَّنَا اللهُ. (تاریخ المدینة المنورة ۲/ ٦٧٤)

ہمیں اللہ نے اسلام کے طفیل عزت دی ہے، اگر اور طریقے سے ہم نے عزت حاصل کرنا چاہی تو خدا ہم کو رسوا کردے گا۔

۴۱/ویں قسط

سلفِ صالحین کے

روشن ملفوظات وواقعات

جمع وترتیب: شیخ ابویحییٰ زکریا بن غلام قادر حفظہ اللہ تعالیٰ

تلخیص وترجمانی: محمد سلمان منصور پوری

اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول ﷺ سے محبت

○ حضرت ابراہیم بن علی المریدی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ''یہ ناممکن ہے کہ تم (اللہ تعالیٰ) کو پہچانو اور پھر اُس سے محبت نہ کرو۔ اور یہ بھی ناممکن ہے کہ تم اُس سے محبت کرو اور پھر اُس کا ذکر نہ کرو۔ اور یہ بھی ناممکن ہے کہ تم اُس کا ذکر کرو اور وہ تمہیں اپنے ذکر کی لذت نہ چکھائے۔ اور یہ بھی ناممکن ہے کہ وہ تمہیں اپنے ذکر کی لذت چکھائے اور پھر اپنی ذات کے علاوہ تمہیں تمام چیزوں سے بے خبر نہ کردے''۔

(شعب الایمان للبیہقی ۱/۳۷۰، من أخبار السلف الصالح ص:۱۸۱)

(یعنی کثرتِ ذکر سے بالآخر مرتبۂ فنائیت نصیب ہوتا ہے کہ بندہ سارے جہاں کو بھلا کر صرف اور صرف اپنے رب کو یاد رکھنے والا بن جاتا ہے، جو بندگی کا اعلیٰ ترین درجہ ہے) (م)

○ حضرت طاہر بن اسماعیل رازی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ''میں نے حضرت یحییٰ ابن معاذؒ کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ ''محبت کی حقیقت یہ ہے کہ تم اپنے محبوب (اللہ تعالیٰ) کے علاوہ اور کسی کو محبوب نہ جانو اور اُس کے سوا تم اور کسی کو اپنے لئے معین ومددگار نہ سمجھو اور اُس کے علاوہ کسی اور چیز کے ذریعہ اُس سے بے نیاز نہ ہوجاؤ۔ (شعب الایمان للبیہقی ۱/۳۷۰، من أخبار السلف الصالح ص:۱۸۲)

○ مشہور واعظ ابوالحسن علی بن محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت ابوسعید الخرازؒ کو اِس آیت: ﴿هَلْ جَزَآءُ الْإِحْسَانِ إِلَّا الْإِحْسَانُ﴾ [الرحمن: ٦٠] (احسان کا بدلہ احسان کے علاوہ اور کیا ہوسکتا ہے؟) کی تفسیر میں یہ کہتے ہوئے سنا کہ ''بھلا جو شخص اپنی ذات سے کنارہ کشی اختیار کرلے، اُس کا بدلہ اپنے رب سے تعلق کے علاوہ اور کیا ہوسکتا ہے؟ اور اُس شخص کا بدلہ جو مخلوق سے اُنسیت چھوڑ

دے، رب العالمین کے ساتھ انس ومحبت کے علاوہ کیا ہوسکتا ہے؟ اور جو اللہ کے لئے صبر کرتا ہے اُس کا بدلہ اُس تک پہنچنے کے علاوہ کیا ہوسکتا ہے؟ اور جو اللہ تعالیٰ تک پہنچ جاتا ہے کیا اُسے زیب دیتا ہے کہ وہ اُس کو چھوڑ کر کسی اور کو اختیار کرے؟ اور دنیا کی تھکاوٹ اور مشقت کا بدلہ آخرت کی راحت وآرام کے علاوہ کیا ہوسکتا ہے؟ اور مصیبتوں پر صبر کرنے والے کا بدلہ مولیٰ (اللہ تعالیٰ) کا قرب حاصل ہونے کے علاوہ کیا ہوسکتا ہے؟'' الخ۔ (شعب الایمان للبیہقی ۱؍۳۷۰، من أخبار السلف الصالح ص:۱۸۲)

○ حضرت حمزہ ابن دہقان رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت بشر ابن حارث (معروف صوفی بزرگ جو بشر حافیؒ کے نام سے مشہور ہیں) سے درخواست کی کہ ''میں آپ کے ساتھ خلوت میں رہنا چاہتا ہوں؟'' حضرت نے فرمایا کہ ''جب چاہو ایک دن مقرر کرلو'' (جب اجازت مل گئی تو ایک دن بتائے بغیر حضرت کا پیچھا کیا) تو دیکھا کہ حضرت ایک چھوٹے خیمے میں داخل ہوئے اور اُس میں ۴؍رکعتیں پڑھیں، وہ اتنی عمدہ نماز تھی کہ میں اُس جیسی نہیں پڑھ سکتا، پھر میں نے اُنہیں سجدے میں یہ کہتے ہوئے سنا کہ ''اے اللہ! تو اپنے عرش کے اُوپر سے جانتا ہے کہ ذلت مجھے عزت سے زیادہ لذیذ ہے۔ اے اللہ! تو اپنے عرش کے اُوپر سے جانتا ہے کہ غربت مجھے تونگری سے زیادہ محبوب ہے۔ اے اللہ! تو اپنے عرش کے اُوپر سے جانتا ہے کہ میں تیری محبت پر کسی اور چیز کو ترجیح نہیں دیتا''۔

(حضرت حمزہؒ فرماتے ہیں کہ) جب میں نے یہ سنا تو مجھ پر ہچکی اور رونا طاری ہوگیا (جس سے حضرت کو میری موجودگی کا پتہ چل گیا) تو حضرت فرمانے لگے کہ ''اے اللہ! تو جانتا ہے کہ اگر مجھے پتہ ہوتا کہ یہ آدمی یہاں موجود ہے تو میں یہ سب کلمات نہ کہتا''۔ (سیر اعلام النبلاء للذہبی ۱۰؍۴۷۳، من أخبار السلف الصالح ص:۱۸۲)

○ مشہور بزرگ حضرت فضیل ابن عیاض رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک حکیم نے کہا کہ ''مجھے شرم آتی ہے کہ میں اپنے رب کی عبادت محض جنت کی اُمید میں کروں، تب تو میں اُس بے وفا مزدور کی طرح ہوجاؤں گا کہ اگر اُسے اُجرت ملے تو کام کرے، اگر کبھی اُجرت نہ ملے تو کام ہی چھوڑ دے؛ لیکن (حقیقت یہ ہے کہ) اُس کی محبت مجھ سے وہ کام کرواتی ہے جو کوئی اور چیز نہیں کرواسکتی''۔ (شعب الایمان للبیہقی ۱؍۳۷۲، من أخبار السلف الصالح ص:۱۸۲)

(اللہ اکبر! یہ ہے کمالِ محبت، جس کی چاشنی منتخب بندوں کو ہی نصیب ہوتی ہے) (م)

○ حضرت ابوعبداللہ (سعید ابن یزید) ساجی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ بعض صوفیوں نے کہا کہ ''اگر اللہ تعالیٰ کے یہاں نہ کوئی ثواب ہوتا جس کی اُمید کی جائے اور نہ کوئی عذاب جس سے ڈرا جائے، تب بھی وہ اِس بات کا مستحق ہے کہ اُس کی اطاعت کی جائے اور اُس کی نافرمانی سے بچا جائے، اُسے یاد کیا جائے بھلایا نہ جائے، یہ نہ تو ثواب کی خواہش میں ہو اور نہ ہی عذاب کے ڈر سے ہو؛ بلکہ یہ صرف اُس کی محبت کی وجہ سے ہو۔ یہ (عبادت کی کیفیت) سب سے اعلیٰ درجہ کی عبادت ہے، کیا تم نے سیدنا حضرت موسیٰ علیہ السلام کا یہ قول نہیں سنا کہ ﴿وَعَجِلْتُ إِلَيْكَ رَبِّ لِتَرْضَى﴾ [طٰہٰ: ۸۴] (اے میرے رب! میں تیرے پاس جلدی آ گیا؛ تا کہ تو راضی ہو جائے) پس (عبادت کے اِس درجہ میں) ثواب وعذاب دونوں شامل ہو جاتے ہیں (بلکہ یہ اُن دونوں سے بڑھ کر ہے) کیوں کہ جو اللہ تعالیٰ کی عبادت اُس سے محبت کی بنیاد پر کرتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک اُس شخص سے زیادہ افضل ہے جو اُس کی عبادت صرف اُس کے خوف کی بنیاد پر کرتا ہے، دنیا کے معاملات میں بھی ایسا ہی ہوتا ہے کہ جو شخص تمہاری اطاعت محبت کی وجہ سے کرتا ہے وہ کیسے اُس شخص کے برابر ہو سکتا ہے جو تمہاری اطاعت محض تم سے ڈر کر کرتا ہے؟'' (حلیۃ الاولیاء لابی نعیم ۴/۲۰۲، من أخبار السلف الصالح ص: ۱۸۳)

○ حضرت احمد ابن ابی الحواری رحمۃ اللہ علیہ ابوقرۃؒ سے نقل کرتے ہیں کہ بعض تابعین اِس طرح دعا کیا کرتے تھے کہ ''اے اللہ! تو مجھے بغیر مانگے عطا کرتا ہے، پھر تو مجھے کیسے محروم کر سکتا ہے؟ جب کہ میں تجھ سے مانگ رہا ہوں، اے اللہ! میں تجھ سے سوال کرتا ہوں کہ تیری عظمت میرے دل میں بس جائے اور تو مجھے اپنی محبت کے جام سے ایک گھونٹ پلا دے''۔

○ حضرت احمد ابن ابوالحواری رحمۃ اللہ علیہ حضرت جعفر بن محمدؒ سے نقل فرماتے ہیں کہ بعض تابعین اِس طرح بھی دعا کیا کرتے تھے کہ ''اے اللہ تو میرے دل کو اپنے خوف وخشیت کے ذریعہ موت دے دے اور اپنی محبت اور یاد کے ذریعہ اُسے زندہ کر دے''۔ (حلیۃ الاولیاء لابی نعیم ۴/۳۳۸، من أخبار السلف الصالح ص: ۱۸۳)

○ حضرت حسین ابن الحسن المروزی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عبداللہ ابن مبارکؒ کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ ''دنیا دار لوگ دنیا کی سب سے لذیذ چیز چکھے بغیر (دنیا سے) چلے گئے''۔ اُن سے پوچھا گیا کہ ''وہ سب سے لذیذ چیز کیا ہے؟'' تو اُنہوں نے کہا کہ ''اللہ تعالیٰ کی معرفت''۔ (حلیۃ الاولیاء لابی نعیم ۴/۴۳۱، من أخبار السلف الصالح ص: ۱۸۳)

(بلاشبہ معرفتِ خداوندی سے بڑھ کر کوئی نعمت نہیں؛ مگر اس کی قدر عارفین ہی کو نصیب ہوتی ہے)(م)

○ حضرت صالح (ابن نوح) الدہان رحمۃ اللہ علیہ (اپنے اُستاد خاص) حضرت جابر بن زید الازدی رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں نقل کرتے ہیں کہ ”حضرت تین چیزوں کے بارے میں بھاؤ تاؤ نہیں کیا کرتے تھے: (۱) مکہ مکرمہ جانے کے کرایہ میں۔ (۲) اُس غلام کی قیمت میں جسے وہ آزاد کرنے کے لئے خریدتے تھے۔ (۳) اور قربانی کے جانور خریدنے میں“۔

حضرت صالح رحمۃ اللہ علیہ مزید فرماتے ہیں کہ ”حضرت جابر بن زید ہر اُس چیز میں بھاؤ تاؤ نہیں کیا کرتے تھے، جس کے ذریعہ وہ اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرنا چاہتے تھے“۔ (حلیۃ الاولیاء لابی نعیم ۱/۴۲۹، من اَخبار السلف الصالح ص: ۱۸۳)

(یعنی تقرب کی جگہوں پر دل کھول کر خرچ کیا کرتے تھے) (م)

○ حضرت فضیل ابن عیاض رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ”خوش خبری ہے اُس شخص کے لئے جو لوگوں سے دوری اختیار کرے اور اپنے رب سے اُنسیت پیدا کرے اور اپنے گناہوں پر روئے“۔ (شعب الایمان للبیہقی ۱/۴۵۱، من اَخبار السلف الصالح ص: ۱۸۳)

○ حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ”اے بنی آدم! تم اللہ تعالیٰ سے محبت کرو تو وہ بھی تم سے محبت کریں گے۔ اور جان لو کہ تم ہرگز اللہ تعالیٰ سے محبت نہ کرسکو گے؛ جب تک کہ تم اُن کی اطاعت سے محبت نہ کروگے“۔ (استنشاق نسیم الانس لابن رجب ص: ۳۱، من اَخبار السلف الصالح ص: ۱۸۳)

○ حضرت یحییٰ بن معاذ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ”وہ شخص (اپنے دعویٰ میں) سچا نہیں ہے جو اللہ تعالیٰ سے محبت کا دعویٰ کرے اور اُس کی (مقررہ شرعی) حدود کی حفاظت نہ کرے“۔ (استنشاق نسیم الانس لابن رجب ص: ۳۲، من اَخبار السلف الصالح ص: ۱۸۳)

(گویا کہ محبت کے لئے اطاعت لازم ہے اور بلا اطاعت محبت کا دعویٰ مقبول نہیں ہے) (م)

○ حضرت محمد بن نعیم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ”جو دل اللہ تعالیٰ سے محبت کرتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کے لئے تھکاوٹ اور مشقت کو بھی پسند کرتا ہے؛ کیوں کہ اللہ تعالیٰ کی محبت آرام وراحت کے ساتھ حاصل نہیں ہوسکتی۔ (استنشاق نسیم الانس لابن رجب ص: ۶۵، من اَخبار السلف الصالح ص: ۱۸۴)

○ حضرت کثیر ابن عبید حمصی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ”میں جب بھی مسجد کے دروازہ سے

داخل ہوتا ہوں، تو میرے دل میں اللہ تعالیٰ کے علاوہ اور کوئی چیز نہیں ہوتی ہے‘‘۔ (تہذیب التہذیب ۴۲۴/۸، من اَخبار السلف الصالح ص:۱۸۴)

○ حضرت عُروہ (ابن الجعد) البارقی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ’’اللہ تعالیٰ سے محبت کی دلیل قرآن پاک سے محبت ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت اُن کی سنت پر عمل پیرا ہونا ہے‘‘۔ (استنشاق نسیم الانس لابن رجب ص:۶۸، من اَخبار السلف الصالح ص:۱۸۴)

○ عابد وزاہد بزرگ حضرت مسلم بن یسار بصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ’’لذت حاصل کرنے والوں نے خلوت میں اللہ تعالیٰ سے مناجات کرنے جیسی کسی چیز سے لذت نہیں اُٹھائی‘‘۔ (استنشاق نسیم الانس لابن رجب ص:۷۷، من اَخبار السلف الصالح ص:۱۸۴)

○ حضرت شعیب بن حرب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ’’میں (مشہور تابعی) حضرت مالک بن مِغول بجلی رحمۃ اللہ علیہ پاس گیا، تو وہ اپنے گھر میں اکیلے بیٹھے ہوئے تھے، میں نے حضرت سے کہا کہ ’’کیا آپ کو (تنہائی سے) وحشت نہیں ہوتی؟‘‘ فرمایا کہ ’’کیا اللہ تعالیٰ کے ساتھ رہ کر بھی کوئی وحشت محسوس کرسکتا ہے؟‘‘ (استنشاق نسیم الانس لابن رجب ص:۸۷، من اَخبار السلف الصالح ص:۱۸۴)

○ حضرت عتبہ (ابن ابان البصری) الغلام رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ ’’اے اللہ! اگر تو مجھے عذاب دے تو بھی میں تجھ سے محبت کرنے والا ہوں اور اگر تو مجھ پر رحم کرے تو بھی میں تجھ سے محبت کرنے والا ہوں‘‘۔ (شعب الایمان للبیہقی ص:۴۷۵، من اَخبار السلف الصالح ص:۱۸۴)

○ حضرت فضیل ابن عیاض رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ’’جب اللہ تعالیٰ کا تمہیں عطا کرنا اور محروم کرنا دونوں تمہارے نزدیک برابر ہوجائیں، تو (سمجھ لو کہ) تم اللہ تعالیٰ سے محبت کی انتہاء تک پہنچ چکے ہو‘‘۔ (استنشاق نسیم الانس لابن رجب ص:۱۰۷، من اَخبار السلف الصالح ص:۱۸۴)

○ حضرت ہرم بن حیان عبدیؒ (جن کا شمار کبار تابعین میں ہوتا ہے) فرماتے ہیں کہ ’’جب کوئی بندہ اپنے دل کو اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ کرتا ہے، تو اللہ تعالیٰ اہل ایمان کے دلوں کو اُس کی طرف پھیر دیتے ہیں؛ چناں چہ اُسے مؤمنوں کی ہم دردی اور شفقت نصیب ہوتی ہے۔ (الزہد للامام احمد ص:۲۸۳، من اَخبار السلف الصالح ص:۱۸۴)

قسط:(۲)

گناہوں کومٹانے والے اعمال

از: مولانا مفتی محمد اجمل قاسمی خادم تدریس جامعہ قاسمیہ مدرسہ شاہی مرادآباد

(۲) پنج وقتہ فرائض اور جمعہ کی پابندی اورحضور قلب کے ساتھ نماز کی ادائیگی کا اہتمام:-

ایمان کے بعد اسلام میں سب سے اہم عمل پانچ وقت کی فرض نمازوں کا بجالانا ہے۔نماز کے فضائل اوراس کی خوبیاں بے شمار ہیں،انہیں خوبیوں میں سے ایک اہم خوبی یہ ہے کہ نماز کی برکت سے انسان کے گناہ معاف ہوتے ہیں،اللہ رب العزت کا ارشاد ہے:وَاَقِمِ الصَّلَاةَ طَرَفِي النَّهَارِ وَزُلَفًا مِنَ اللَّيْلِ اِنَّ الْحَسَنَاتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّئَاتِ ذٰلِکَ ذِکْرٰی لِلذَّاکِرِيْنَ. (ہود:۱۱۴)

دن کے دونوں کناروں اوررات کے کچھ حصوں میں نماز قائم کیجیے،بے شک نیکیاں گناہوں کومٹا دیتی ہیں،یہ نصیحت حاصل کرنے والوں کے لیے یاددہانی ہے۔

بعض مفسرین کا بیان ہے کہ دو کناروں سے مراد فجر اورمغرب کی نماز ہے،اوررات کے حصے کی نماز سے مرادعشاء کی نماز ہے،ان اوقات میں چوں کہ نماز کی ادائیگی دشوار ہے اس لیے خصوصیت کے ساتھ ان کا تذکرہ کیا،جب کہ ایک رائے یہ ہے کہ دن کے دوکناروں سے مرادظہراورعصر ہے،اوررات کے حصوں میں نماز قائم کرنے سے مرادمغرب،عشاءاورفجر کی نمازیں ہیں،ایسی صورت میں آیت کریمہ میں پانچوں فرض کی ادائیگی کا ذکر ہے۔(تفسیر قرطبی،ہودآیت ۱۱۴،وآسان تفسیر قرآن مولانا خالدسیف اللہ رحمانی)

اللہ رب العزت نے اس آیت کریمہ میں فرض نمازوں کی ادائیگی کا حکم دینے کے بعد اس کا ایک اہم فائدہ بھی بتایا،چنانچہ فرمایا کہ نیکیاں برائیوں کومٹادیتی ہیں،اس ارشاد سے ہمیں نماز کی ایک اہم تاثیر کا پتہ چلا کہ جس طرح دوائیں انسان کوطاقت پہنچاتی ہے اور بیماری کے اثر کوزائل کردیتی ہے،اسی طرح نیکیاں بھی ثواب پہنچاتی ہیں اورگناہوں کے اثر کوبھی دورکردیتی ہیں۔

یہ آیت ایک خاص واقعہ میں نازل ہوئی،حضرت عبداللہ بن مسعودرضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک صاحب نے کسی اجنبی عورت کوبوسہ لے لیا،مگرفوراً غلطی کا احساس ہوا،چنانچہ حضور ﷺ کی خدمت

میں آ کر اپنی غلطی کا اعتراف کیا، اور اللہ کے رسول ﷺ سے اپنے قصور کی تلافی کی صورت معلوم کی، تو اس وقت یہ آیت کریمہ نازل ہوئی، جس میں کہا گیا کہ نماز کے اوقات میں نماز کا اہتمام کرو، انہیں نیکیوں کی برکت سے گناہ معاف ہو جائیں گے، اس شخص نے حضور ﷺ سے دریافت کیا گناہ کی تلافی کی یہ صورت صرف میرے ہی لیے ہے؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: یہ حکم میری پوری امت کے لیے ہے۔ (دیکھئے تفسیر قرطبی، ہود، آیت ۱۱۴، و بخاری حدیث نمبر ۵۲۶، ۴۶۸۷)

نماز میں گناہوں کے مٹانے کی جو تاثیر ہے اس کا ذکر متعدد احادیث میں بھی آیا ہے، چنانچہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے حضور صلی اللہ علیہ کا یہ ارشاد منقول ہے کہ آپ نے فرمایا:

أَرَأَيْتُمْ لَوْأَنَّ نَهْرًا بِبَابِ اَحَدِكُمْ يَغْتَسِلُ فِيْهِ كُلَّ يَوْمٍ خَمْسَ مَرَّةٍ، هَلْ يَبْقَى مِنْ دَرَنِهِ شَيْءٌ، قَالُوا: لَايَبْقىٰ مِنْ دَرَنِهٖ شَيْءٌ، قَالَ فَذٰلِکَ مَثَلُ الصَّلَوَاتِ الْخَمْسِ يَمْحُو اللّٰهُ بِهِنَّ الْخَطَايَا. (رواه البخاري: ٥٢٨)

(لوگو) بتلاؤ! اگر تم میں سے کسی کے دروازہ پر نہر جاری ہو جس میں روزآنہ وہ پانچ دفعہ نہاتا ہو تو کیا اس کے جسم پر کچھ میل کچیل باقی رہے گا؟ صحابہ نے عرض کیا کہ کچھ بھی باقی نہیں رہے گا، آپ نے ارشاد فرمایا! بالکل یہی مثال پانچ نمازوں کی ہے، اللہ تعالی ان کے ذریعہ خطاؤں کو دھوتا اور مٹاتا ہے۔

نماز پڑھنے والا گویا نور کے سمندر میں غوطہ لگاتا ہے، جس طرح دن میں پانچ مرتبہ نہانے والے کے جسم میں میل کچیل کا نام نشان نہیں رہ سکتا ہے، اسی طرح پانچوں وقت نماز کی ادائیگی کا اہتمام کرنے والے کی روح بھی نور کی موجوں سے دھل کر پاکیزہ ہو جاتی ہے، اور گناہ اس کے نامہ اعمال سے مٹ جاتے ہیں، مگر جیسا کہ پہلے گذرا یہ بات تبھی حاصل ہوگی جب نماز میں اخلاص ہوگا۔

اسی طرح ایک اور حدیث میں صحابی رسول حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَرَجَ زَمَنَ الشِّتَاءِ، وَالْوَرَقُ يَتَهَافَتُ، فَاَخَذَ غُصْنَيْنِ مِنْ شَجَرَةٍ، قَالَ فَجَعَلَ ذٰلِکَ الْوَرَقُ يَتَهَافَتُ، قَالَ فَقَالَ: يَااَبَاذَرٍّ، قُلْتُ لَبَّيْکَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ، قَالَ: إِنَّ الْعَبْدَ الْمُسْلِمَ لَيُصَلِّي

رسول اللہ ﷺ ایک دن سردی کے زمانے میں باہر تشریف لے گئے، اور درختوں کے پتے (خزاں کی وجہ سے) خود بخود جھڑ رہے تھے، آپ نے ایک درخت کی دو ٹہنیوں کو پکڑا (اور ہلایا) تو ایک دم اس کے پتے جھڑنے لگے، پھر حضور ﷺ نے مجھے مخاطب کر کے فرمایا: اے ابوذر! میں نے عرض کیا

الصَّلَاةَ يُرِيْدُ بِهَا وَجهَ اللّٰهِ، تَتَهَافَتُ ذُنُوبُهُ كَمَا يَتَهَافَتُ هَذَا الْوَرَقُ عَنْ هَذِهِ الشَّجَرَةِ. (رواه أحمد: ٢١٥٥٦)

حاضر ہوں یارسول اللہ! آپ ﷺ نے ارشادفرمایا: جب مؤمن بندہ خالص اللہ کے لیے نماز پڑھتا ہے تو اس کے گناہ ان پتوں کی طرح جھڑ جاتے ہیں۔

یعنی جس طرح پت جھڑ کے موسم میں خشک پتے معمولی حرکت سے شاخ کو چھوڑ کر زمین پر گر جاتے ہیں، اسی طرح اخلاص سے نماز پڑھی جانے والی نماز آدمی کے گناہوں کی گندی اوراس کے قصوروں کے خس وخاشاک پر جھاڑو پھیر دیتی ہےاورآدمی گناہوں سے پاک وصاف ہوجاتا ہے۔

اسی طرح حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشادفرمایا:

مَامِنْ اِمْرَءٍ مُسْلِمٍ تَحْضُرُهُ صَلَاةٌ مَكْتُوبَةٌ، فَيُحْسِنَ وَضُوءَ هَا وَخُشُوعَهَا وَرُكُوعَهَا إِلَّا كَانَتْ كَفَّارَةً لِمَا قَبْلَهَا مِنَ الذُّنُوبِ مَالَمْ يُؤْتِ كَبِيْرَةً، وَذٰلِكَ الدَّهْرَ كُلَّهُ. (رواه مسلم: ٢٢٥)

جومسلمان آدمی فرض نماز کاوقت آنے پراس کے لیے اچھی طرح وضوکرے، پھر پورے خشوع اوراچھے رکوع وسجود کے ساتھ نماز اداکرے تو وہ نماز اس کے واسطے پچھلے گناہوں کا کفارہ بن جائے گی، جب تک کہ وہ کسی کبیرہ گناہ کا مرتکب نہ ہواہواورنماز کی یہ برکت اس کو ہمیشہ ہمیشہ حاصل ہوتی رہے گی۔

اسی طرح ایک اورحدیث میں فرض نمازوں کے ساتھ جمعہ کی نماز کی بھی یہی فضیلت بیان کی گئی ہے،رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کاارشادہے:

اَلصَّلَوَاتُ الْخَمْسُ وَالْجُمُعَةُ إِلَى الْجُمُعَةِ...... مُكَفِّرَاتٌ مَا بَيْنَهُنَّ إِذَا اجْتَنَبَ الْكَبَائِرَ. (رواه مسلم: ٢٣٣)

پانچوں نمازیں اسی طرح ایک جمعہ کی ادائیگی کے ساتھ دوسرے جمعہ کی ادائیگی کے درمیانی وقت میں ہونے والے چھوٹے چھوٹے گناہوں کے لیے کفارہ اورمعافی کا سبب بن جاتے ہیں جب کہ آدمی بڑے بڑے گناہوں سے بچتارہے۔(ہاں اگرکوئی بڑاگناہ کرلیتاہےتونماز کی یہ تاثیر جاتی رہتی ہے)

یہ فرض نمازوں کی فضیلت اوراس کی تاثیر ہے،اوربعض احادیث سےتو یہ معلوم ہوتا ہے کہ کوئی بھی دورکعت نماز اگرحضورقلب کے ساتھ پڑھی جائے جس میں غفلت اوربھول نہ ہوتو وہ بھی پہلے گناہوں کی معافی کا ذریعہ بن جاتی ہےخواہ وہ نفل ہی کیوں نہ ہو،چنانچہ حضرت زیدبن خالدجہنی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشادفرمایا:

مَنْ صَلَّى سَجْدَتَيْنِ لَايَسْهُوْ فِيْهِمَا

جوشخص ایسی دورکعت نماز پڑھے،جس میں اس کو

غَفَرَ اللّٰہُ لَہٗ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِہٖ. (رواہ أحمد: ١٧٠٥٤)

غفلت بالکل نہ ہو، تو اللہ تعالی اس نماز ہی کے صلہ میں اس کے سارے گناہ معاف فرما دے گا۔

نماز سے گناہ کا معاف ہونا قرآن وحدیث کی تصریحات کی روشنی میں بیان ہو چکا۔ نماز کا ایک اور اہم اور عظیم فائدہ یہ ہے کہ نماز اگر اہتمام و پابندی اور آداب ومستحبات کی رعایت کے ساتھ ادا کی جائے، تو وہ بہت سے گناہوں اور بے حیائی کے کاموں سے بھی روک دیتی ہے، یوں نماز صرف گناہوں کو ہی نہیں مٹاتی؛ بلکہ گناہ کے اسباب سے بھی انسان کو بچا لیتی ہے، اللہ تعالی کا ارشاد ہے:

اُتْلُ مَـا اُوْحِـیَ اِلَیْکَ مِنَ الْکِتَـابِ وَاَقِمِ الصَّـلٰوۃَ اِنَّ الصَّلٰوۃَ تَنْھٰی عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْکَرِ وَلَذِکْرُ اللّٰہِ اَکْبَرُ وَاللّٰہُ یَعْلَمُ مَا تَصْنَعُوْنَ. (عنکبوت:٤٥)

اے رسول! جو کتاب آپ کی طرف اتاری گئی ہے، اس کی تلاوت فرمایئے اور نماز کی پابندی کرتے رہیے، یقیناً نماز بے حیائی اور برے کاموں سے روکتی ہے، اللہ کی یاد بہت بڑی چیز ہے، اللہ تمہارے سب کاموں سے واقف ہے۔

نماز کے اہتمام کی برکت سے دل کے اندر خوف خدا اور ایک ایمانی حیا پیدا ہو جاتی ہے، جس کی وجہ سے نمازی گناہ اور بے حیائی کے کاموں سے بچ جاتا ہے۔ عام طور سے دیکھنے میں آتا ہے کہ نماز اور مسجد کے پابند لوگ عام لوگوں کے مقابلہ میں بہت سے گناہوں سے بچے رہتے ہیں، نمازی کے دل میں جب گناہ یا بے حیائی کے کام کی خواہش ابھرتی ہے تو اس کے دل میں اللہ کا خوف جاگ اٹھتا ہے اور ساتھ ہی یہ خیال بھی آتا ہے کہ نمازی ہو کر اگر میں یہ کام کروں گا تو لوگ کیا سوچیں گے، اور یہی خوف وحیا اس کو بے حیائی اور گناہ کے کام کرنے سے روک دیتی ہے، یہ ایسی عام بات ہے جس کا تجربہ اور مشاہدہ ہر کوئی کر سکتا ہے۔

نماز میں خشوع وخضوع جتنا زیادہ ہوگا اور ادائیگی میں آداب ومستحبات کی رعایت جس قدر بڑھی ہوگی، نماز میں گناہوں کے مٹانے اور معصیت سے باز رکھنے کی تاثیر بھی اتنی ہی زیادہ ہوگی، اور ان چیزوں میں جتنا کمی ہوگی نماز کی تاثیر میں بھی اسی کے حساب سے کمی آتی جائے گی، چنانچہ نماز اگر غفلت ولا پروائی اور آداب کی رعایت کے ساتھ ادا نہ کی جائے تو ہو سکتا ہے کہ ایسے شخص کی نماز بالکل ہی تاثیر سے خالی ہو۔ کوئی نماز پڑھنے کے باوجود بھی اگر گناہوں میں مبتلا ہے تو یہ اس بات کی علامت ہے کہ وہ نماز کو اس کے حقوق وآداب کے بغیر غفلت لا پروائی کے ساتھ ادا کر رہا ہے، یہ ایسا ہی ہے کہ جیسے کسی بیمار کو دوا دی جائے، وہ دوا اس طریقے پر نہ کھائے جس طریقے پر کھانے کی ہدایت کی گئی ہے، اور اس کو فائدہ نہ ہو تو یہ دوا کی کمی نہیں؛ بلکہ دوا کھانے والے کا قصور ہے۔ (آسان تفسیر قرآن مولانا خالد سیف اللہ رحمانی، عنکبوت، آیت ۴۵ ملخصا) ○❖○

آخری قسط

شریعت اسلامیہ کی نظر میں

ضبط تولید اور اسقاطِ حمل

از: مولانا کلیم اللہ صاحب معتمد دارالافتاء جامعہ قاسمیہ مدرسہ شاہی مرادآباد

اسقاط حمل ناجائز وحرام

ضبط تولید اور اسقاط حمل کی مجموعی طور پر چار صورتیں بنتی ہیں:

(۱) قطع نسل: یعنی کوئی ایسی صورت اختیار کرنا جس کی وجہ سے دائمی طور پر قوت تولید ختم ہو جائے یہ صورت اختیار کرنا بالاتفاق حرام ہے، خواہ اس میں کتنے ہی فوائد نظر آئیں اور خواہ اس کے دواعی بظاہر کتنے ہی قوی ہوں۔ **إن الاختصاء في الآدمي حرام مطلقاً.** (عمدة القاري ۲۰/۷۲، فتاوی قاسمیه ۲۳/ ۲٦۳، کتاب النوازل ١٦/ ۲٤۹، فتاوی رحیمیه ۱۰/ ۱۸۳، فتاوی محمودیه ۱۸/ ۳۰۷، ڈابھیل گجرات)

(۲) عارضی منع حمل: یعنی ایسی صورت اختیار کرنا کہ قوت تولید باقی رہتے ہوئے حمل قرار نہ پائے اس صورت میں تفصیل یہ ہے کہ بلا عذر یہ صورت اختیار کرنا مکروہ تنزیہی ہے، اور درج ذیل اعذار کی صورت میں بلا کراہت جائز ہے۔

(۱) عورت اتنی کمزور ہے کہ بارِ حمل کا تحمل نہیں کرسکتی۔ (۲) عورت اپنے وطن سے دور کسی ایسے مقام میں ہے جہاں اس کا مستقل قیام وقرار کا ارادہ نہیں اور سفر کسی ایسے ذریعہ سے ہے کہ اس میں مہینوں لگ جاتے ہوں۔ (۳) زوجین کے باہمی تعلقات ہموار نہ ہونے کی وجہ سے علیحدگی کا قصد ہو۔ (۴) پہلے سے موجود بچے کی صحت خراب ہونے کا شدید خطرہ ہو۔ (۵) یہ خطرہ ہو کہ فساد زمانہ کی وجہ سے بچہ بداخلاق اور والدین کی رسوائی کا سبب ہوگا، ان کے علاوہ اگر کوئی ایسی غرض کے تحت حمل روکے جو اسلامی اصول کے خلاف ہے تو اس کا عمل بالکل ناجائز ہوگا، مثلاً کثرت اولاد سے تنگی رزق کا خیال ہو یا وہم ہو کہ بچی پیدا ہوگئی تو عار ہوگی۔ (احسن الفتاوی ۸/ ۳۴۷-۳۴۸، زکریا، جدید فقہی مسائل ۲/ ۵۳، فتاوی دارالعلوم زکریا ۳/ ۶۵۹، امداد الفتاوی ۹/ ۲۵۰ جدید، کتاب النوازل ١٦/ ۲۵۴، ۲۶۶، ۲۶۸، فتاوی قاسمیہ ۲۳/ ۳۰۲)

(۳) روح پیدا ہو جانے کے بعد اسقاط: حمل ٹھہر جانے کے بعد اگر اس میں روح پیدا ہو چکی اور حدیث کے مطابق چار ماہ (ایک سو بیس دن) کے بعد روح پیدا ہو جاتی ہے تو روح پیدا ہو جانے کے بعد کسی بھی حال میں اسقاط حمل کرانا جائز نہیں؛ بلکہ حرام ہے۔ (احسن الفتاوی ۸/۳۴۸، جدید فقہی مسائل ۲/۵۵، فتاوی محمودیہ ۱۸/۳۲۱ ڈابھیل)

إسقاط الحمل حرام بإجماع المسلمين وهو من الو أدالذي قال تعالىٰ فيه وَإِذَا الْمَوْءُ دَةُ سُئِلَتْ بِاَيِّ ذَنْبٍ قُتِلَتْ. (فتاوى ابن تيمية ٤/٣١٧)

اسقاط حمل بالاتفاق حرام ہے اور یہ اسی نفس کشی میں داخل ہے، جس کے بارے میں فرمان الٰہی ہے: کہ قیامت کے دن زندہ دفن کردی جانے والی معصوم بچیوں سے سوال کیا جائے گا، کہ آخر تمہیں کس جرم میں ماردیا گیا۔

فتاوی رحیمیہ میں ہے بچہ کے بال انگلیاں پیر وغیرہ اعضاء بن چکے ہوں اور بچہ میں جان پڑ چکی ہو جس کی مدت ۱۲۰/دن یعنی چار ماہ ہے ایسی حالت میں کسی کے نزدیک بھی حمل گرانا جائز نہیں؛ بلکہ حرام اور گناہ ہے۔ (فتاوی رحیمیہ ۱۰/۱۷۹، ۱۸۱، کتاب النوازل ۱۶/۲۶۹، ۲۷۵)

إن مضت مدة ينفخ فيه الروح لايباح لها والنفخ مقدر بمائة وعشرين يوما. (شامي ٥/٣٢٩)

اگر عورت کسی ایسے مرض شدید میں مبتلا ہے کہ اس کی زندگی خطرہ میں ہے اور بغیر اسقاط کے ماہر اطباء کے خیال میں اس کی زندگی بچانا مشکل ہو تو بھی (جان پڑنے کے بعد) اس کی گنجائش نہیں ہے۔ (امداد الفتاوی ۹/۲۴۸، جدید زکریا) شامی میں ہے:

ولو كان حيا لايجوز تقطيعه لأن موت الأم به موهوم فلا يجوز قتل آدمي حي لأمر موهوم. (شامي كراچي ٢/٢٣٨)

اور اگر شکم میں بچہ زندہ ہو تو اس کو کاٹ کر نکالنا جائز نہ ہوگا؛ کیونکہ حمل اور ولادت کی صورت میں ماں کا مرنا موہوم ہے؛ لہٰذا زندہ انسان کا مارنا کسی امر موہوم کی بنا پر جائز نہ ہوگا۔

اسی طرح خانیہ میں ہے:

إذا اعترض الولد في بطن الحامل ولم يجدوا سبيلا لإستخراج الولد إلابقطع الولد اربااربا ولولم يفعلوا ذٰلک يخاف هلاک الأم قالوا إن كان الولد ميتا في البطن لابأس به وإن كان حيالم يجز أن يقطع الولد أربا اربا لأنه قتل النفس المحترم لصيانة

نفس اخریٰ من غیر تعد منه و ذٰلک باطل. (خانية على الهندية ٣/ ٤١٠، باب الحظر والإباحة)

حاملہ کے شکم میں بچہ پھنس جائے اور بچہ کو شکم سے نکالنے کی کوئی شکل نظر نہ آئے سوائے اس کو ٹکڑے ٹکڑے کاٹ کر نکالنے کے اور اگر ایسا نہیں کرتے تو ماں کی ہلاکت کا اندیشہ ہے، تو فقہاء فرماتے ہیں کہ اگر بچہ پیٹ میں مر چکا ہے تو اس (کو کاٹ کر نکالنے) میں کوئی حرج نہیں، اور اگر زندہ ہے تو ٹکڑے ٹکڑے کر کے نکالنا جائز نہ ہوگا، کیونکہ یہ کسی محترم و محفوظ جان کو قتل کرنا ہے، دوسری جان کی حفاظت کے لئے، اس کی جانب سے بغیر کسی تعدی و زیادتی کے پائے جانے کے اور یہ باطل اور ناجائز ہے۔ (فتاوی رحیمیہ ۱۰/۱۸۰)

(۴) روح پیدا ہونے سے پہلے اسقاط: اگر حمل کے چار ماہ پورے نہیں ہوئے یعنی ابھی اس میں روح پیدا نہیں ہوئی جب بھی اس کا اسقاط جائز نہیں خواہ وہ حمل نطفہ کی شکل میں ہو یا مضغہ اور لوتھڑا کی شکل میں بدل گیا ہو جب بھی عام حالات میں اسقاط کی اجازت نہیں۔ (مستفاد احسن الفتاویٰ ۸/۳۴۸، جدید فقہی مسائل ۲/۵۶، امداد الفتاوی ۹/۲۴۵)

علامہ شامیؒ لکھتے ہیں کہ اعضاء ظاہر ہونے سے قبل مکروہ اس لئے ہے کہ منی جب رحم میں پہونچ گئی تو اب اس کا لازمی نتیجہ ایک نئی زندگی کا وجود ہے جیسا کہ محرم کا مسئلہ ہے کہ وہ کسی جاندار کا شکار نہیں کر سکتا اسی طرح وہ شکاری پرندوں کے انڈوں کو توڑ نہیں سکتا۔ (شامی زکریا دیوبند ۴/۳۳۵، ۳۳۶، قاضی خاں علی الہندیہ ۳/۴۱۰)

قاضی خاںؒ لکھتے ہیں: اسقاط حمل زندگی کے ظہور سے پہلے ہو تب بھی جائز نہیں اس لئے کہ جب تک جان پیدا نہ ہو جائے حمل کو عورت کا ہی ایک جزو اور بدن کا ایک حصہ سمجھا جائے گا اور جس طرح کسی کو قتل کر دینا حرام ہے اسی طرح اپنے کسی حصہ کو کاٹ کر پھینکنا حرام ہوگا۔ (قاضی خاں ۴/۳۶۹، بحوالہ علاج و معالجہ کے شرعی احکام ۱۲۱، ۱۲۲، مستفاد: فتاوی رحیمیہ ۱۰/۱۹۱، کتاب النوازل ۱۶/۲۸۰)

شدید مجبوری میں اسقاط کی اجازت

شریعت نے بہت سے مواقع پر شدید حاجت و مشقت اور مجبوری میں یسر و سہولت اور گنجائش کی راہ بتلائی ہے، اسی طرح شدید مجبوری سخت مشقت اور قابل قبول عذر کی بناء پر اسقاط کی گنجائش ہوتی ہے، مجبوری اور عذر دو طرح کے ہیں۔

(۱) ایک وہ عذر جس کا تعلق خود اس جنین سے ہو مثلاً ماہر فن مسلم ڈاکٹر کی تحقیق یہ ہو کہ عورت ایسے مرض میں مبتلا ہے کہ بچے کے اعضاء اس کی وجہ سے مفلوج ہوں گے اور اس کی خلقت و بناوٹ میں کمی رہ جائے گی، ناقص الخلقت پیدا ہوگا یا ایڈز جیسے سنگین مرض میں مبتلا ہوگا۔

(۲) دوسرا وہ عذر ہے جس کا تعلق ماں سے ہو کہ اسقاط نہ کرنے کی صورت میں ماں کی ہلاکت کا خطرہ ہو، یا اس کے دماغی توازن کے ختم ہونے کا اندیشہ ہو، یا خود وہ جسمانی یا دماغی طور پر اس طرح مفلوج ہے کہ نہ تو وہ بچہ کی پرورش کر سکے گی اور نہ دوسرا کوئی ایسا ہے، جس سے بچہ کی پرورش کی توقع کی جا سکے۔

(غایۃ الاوطار ۴/۲۲۹، باب الاستبراء بحوالہ علاج ومعالجہ کے شرعی احکام: ۱۲۲)

ولادت کے بعد فوراً حمل رہ جائے تو اسقاط

عموماً ایسا ہوتا ہے کہ ولادت کے بعد حمل قرار نہیں پاتا مگر کسی کو جلد رہ بھی جاتا ہے، مثلاً گود کا بچہ ابھی تین چار ماہ کا، یا آٹھ نو ماہ کا ہے کہ دوسرا حمل قرار پا گیا ایسی صورت میں عورت کا کمزور ہونا اور بچہ پر اس کا اثر پڑنا محسوس ومشاہد ہے، ایسے حالات میں ڈاکٹر کا یہی مشورہ ہوتا ہے کہ حمل ساقط کرادو تو اگر اسقاط کی تجویز اس وقت ہو جبکہ حمل کے اعضاء وغیرہ بن چکے ہوں اور جان پڑ چکی ہو جس کی مدت ۱۲۰/دن ہے تو ایسے حالات میں کسی کے نزدیک حمل ساقط کرانا جائز نہیں اور اس سے قبل شرعی عذر کی بنا پر خاص خاص حالات میں اسقاط کی گنجائش ہوگی۔ مثلاً:

الف: حمل کی وجہ سے دودھ خشک ہو جائے اور بچہ کے لئے دودھ کا کوئی معقول نظم نہ ہو سکتا ہو اور اس کی وجہ سے پہلے بچہ کی جان کو خطرہ لاحق ہو۔

ب: یا عورت خود اس قدر کمزور اور لاغر ہو کہ جلد ولادت سے اس کی جان کا خطرہ ہو یا کسی شدید مرض میں مبتلا ہونے کا اندیشہ ہو۔

ج: یا حمل کا بچہ ناقص الخلقت پیدا ہوگا تو ان اعذار میں چار ماہ ہونے سے قبل اسقاط جائز ہے ان اعذار کے علاوہ اسقاط جائز نہیں۔ (خانیہ، شامی، غایۃ الاوطار ۴/۲۴۹، بحوالہ علاج ومعالجہ کے شرعی احکام ۱۲۳-۱۲۴، فتاوی رحیمیہ ۱۰/۱۹۳، فتاوی دارالعلوم زکریا ۳/۶۶۱، کتاب النوازل ۱۶/۲۷۳)

نوٹ: — مذکورہ اعذار محض وہم کی حد تک نہ ہوں؛ بلکہ تجربہ کار مسلم ڈاکٹر کو یقین ہو، اور وہ اسقاط کی رائے دیتا ہو تو کسی تجربہ کار مفتی صاحب سے رجوع کر کے فیصلہ کریں؛ اس لئے کہ موجودہ دور میں وہم کے ساتھ عذر نکال کر لوگ بہانہ بنا لیتے ہیں، موجودہ دور میں منع حمل کی تدبیر امراض وتکالیف کی بنا پر کم اختیار کی جاتی ہے البتہ یورپی رجحانات اور بڑھتے ہوئے دنیاوی خیالات اور فیشن کے طور پر زیادہ کی جاتی ہے؛ اس لئے اللہ کا ڈر اور آخرت کی جوابدہی کی فکر کے بعد ہی فیصلہ کرنا چاہئے۔

(۱) مثلاً ابھی ابھی شادی ہوئی؛ اس لئے کچھ عرصہ تک استقرار نہ ہو اور ماں باپ بننے یا حمل کے جھمیلوں سے بچے رہیں اس لئے منع حمل تدابیر اختیار کی جاتی ہیں۔

(۲) کبھی اس حرکت کا سبب چھوٹے خاندان کا تصور ہوتا ہے کہ چھوٹا خاندان چین سکون اور سکھ کا ضامن ہے جبکہ اسلام کی نظر میں بڑا خاندان مرغوب و پسندیدہ ہے، اور چین وسکون اور سکھی ہونا منجانب اللہ ایک تقدیری فیصلہ ہے جس کا معیار خاندان کے چھوٹے بڑے ہونے پر نہیں؛ اس لئے اس کی اجازت نہیں۔

(۳) حمل سے بچنے کا جذبہ کبھی اس بنا پر ہوتا ہے کہ معاش و آمدنی کی کمی کا زمانہ ہے اس لئے ہر بچہ کا مستقبل روشن اور بہتر ہو معاشی حالت اعلی رہے یہ تصور درحقیقت خدا کی رزاقیت پر عدم اعتماد کا نتیجہ ہے، جبکہ خداوند قدوس نے ہر انسان؛ بلکہ ہر جاندار کے معاش اور مستقبل کی ذمہ داری خود لے رکھی ہے، قرآن میں جگہ جگہ اس عقیدہ کو راسخ کرنے کے لئے آیتیں موجود ہیں الغرض یہ تینوں صورتیں اسلامی مزاج کے سراسر خلاف، ناپسندیدہ اور ناجائز ہیں۔ (مستفاد نظام الفتاوی ۱/۳۷۸، بحوالہ علاج ومعالجہ کے شرعی احکام ۱۳۲، فتاوی دار العلوم زکریا ۳/۶۵۹)

ضبط تولید اور اسقاط حمل کے نقصانات

ضبط تولید اور اسقاط حمل کی ناجائز صورتوں میں عدم جواز اور گناہ کے علاوہ دینی اور دنیوی لحاظ سے مفاسد کثیرہ پائے جاتے ہیں۔

(۱) زنا اور امراض خبیثہ کی کثرت: عورتوں کو اللہ تعالیٰ کے خوف کے علاوہ دو چیزیں اخلاق کے اعلی معیار پر قائم رکھتی ہیں اور زنا کی برائی سے بچائے رکھتی ہیں، ایک فطری حیاء دوسری یہ خوف کہ حرامی بچہ کی پیدائش اس کو معاشرہ میں ذلیل ورسوا کر دے گی، ان میں سے پہلے مانع کو تو جدید مغربی تہذیب نے بڑی حد تک دور کر دیا، بازاروں، دفتروں، کالجوں، یونیورسٹیوں، مختلف تقریبات اور محفلوں میں بے پردہ عورتوں کی مردوں کے ساتھ بے محابہ شرکت کے بعد حیا کہاں باقی رہ سکتی ہے، ضبط تولید کے رواج عام اور طرح طرح کی مانع حمل اشیاء کی ایجادات نے ناجائز اولاد کی پیدائش کے خوف کو بھی باقی نہ رکھا جس کی وجہ سے عورتوں مردوں کو زنا کی رخصت مل گئی ہے، اور آج کثرت زنا کی وجہ سے معاشرہ طرح طرح کے امراض خبیثہ کا شکار ہے۔

(۲) طلاق کی کثرت: عورت اور مرد کے درمیان ازدواجی تعلق کو مضبوط کرنے میں اولاد کا بہت بڑا حصہ ہوتا ہے ضبط تولید اور اسقاط حمل کی صورت میں جب اولاد نہیں ہوگی تو زوجین کو ایک

دوسرے کو چھوڑ دینا بہت آسان ہوگا، اور اس تفریق کے نتیجہ میں دونوں خاندانوں میں لڑائی جھگڑے اور فسادات کا ہونا لازمی ہے۔

(۳) اخلاقی خصائل کا فقدان: والدین میں بعض اخلاقی خصائل صرف تربیت اولاد سے پیدا ہوتے ہیں ضبط تولید کے باعث دونوں ان خصائل سے محروم رہتے ہیں، جس طرح والدین اولاد کی تربیت کرتے ہیں، اسی طرح بچے بھی والدین کی تربیت کا ذریعہ بنتے ہیں، بچوں کی تربیت سے والدین میں محبت ایثار وقربانی کا جذبہ پیدا ہوتا ہے، عاقبت اندیشی صبر وتحمل ضبط نفس کی مشق ہوتی ہے، سادہ معاشرہ اور قناعت اختیار کرنے پر مجبور ہوتے ہیں، ضبط تولید سے ان تمام اخلاقی فوائد کا دروازہ بند ہوجاتا ہے۔

(۴) بچوں کے اخلاق کا نقصان: بچوں کی تربیت صرف ماں باپ ہی نہیں کرتے؛ بلکہ وہ خود بھی ایک دوسرے کی تربیت کرتے ہیں ان کا آپس میں رہنا ان کے اندر محبت، ایثار تعاون اور دوسرے عظیم اوصاف پیدا کرتا ہے، وہ ایک دوسرے پر نکتہ چینی کرکے اپنے اندر سے بہت سے اخلاقی عیوب دور کرلیتے ہیں جس بچے کو چھوٹے اور بڑے بھائی بہنوں کے ساتھ رہنے سہنے کھیلنے کودنے اور معاملات کرنے کا موقع نہیں ملتا وہ بہت سے اعلی اخلاقی خصائل سے محروم رہ جاتا ہے، جو لوگ ضبط تولید پر عمل کرکے اپنی اولاد صرف ایک ہی بچے تک محدود کرلیتے ہیں یا دو بچوں کے درمیان اتنا وقفہ کرتے ہیں کہ ان میں عمر کا بہت زیادہ تفاوت ہوتا ہے وہ دراصل اپنی اولاد کو بہتر اخلاقی تربیت سے محروم کردیتے ہیں۔

(۵) صحت کی خرابی: ضبط تولید کی وجہ سے زوجین کی صحت پر بہت برا اثر پڑتا ہے مرد کی نسبت عورت کی صحت پر زیادہ اثر پڑتا ہے، ضبط تولید کی خاطر جو تدابیر اختیار کی جاتی ہیں، بالخصوص جو گولیاں اور دوائیں استعمال کی جاتی ہیں وہ عورت کی صحت کے لئے انتہائی نقصان دہ ہیں عمر گزرنے سے ان کے مضر اثرات آہستہ آہستہ رونما ہوتے ہیں، مثلاً عصبی نظام میں برہمی، بدمزاجی اور چڑ چڑاپن، حافظہ کی خرابی، جنون، سرطان، اگر کبھی حمل ہوجائے تو وضع حمل کے وقت سخت تکلیف ہوتی ہے وغیرہ۔ (احسن الفتاویٰ ۸/۳۴۸-۳۴۹، فتاوی دارالعلوم زکریا ۳/ ۶۵۹)

مذکورہ بالا تمام تفصیلات سے معلوم ہوا کہ ضبط تولید اور اسقاط حمل کی شریعت اسلامیہ میں کوئی گنجائش نہیں ہے، کسی کے ساتھ اضطراری حالات پیش آجائیں تو اپنی حالت کے بارے میں مفتیان کرام سے استفتاء کرکے عمل کرے۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہم سب کو شرعی تعلیمات کے مطابق زندگی گذارنے کی توفیق سے نوازے اور خواہشات نفسانی سے بچنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔ واللہ الموفق والمعین۔

○❖○

حضرت شیخ الاسلامؒ کا تحریک آزادی میں کردار

از: مولانا ڈاکٹر عبدالرحمٰن ساجد الاعظمی سابق استاذ جامعہ قاسمیہ مدرسہ شاہی و جامعہ عربیہ امدادیہ مرادآباد

شیخ الاسلامؒ کے خلاف مورچہ بندی اور علامہ اقبالؒ

۱۹۳۶ء کے الیکشن میں مسلم عوام نے شیخ الاسلام کی ذات کو دیکھا، آپ کی آواز کو سنا اور آپ کی اپیل پر لبیک کہتے ہوئے مسلم لیگ کے ہر امیدوار کو فتح دلا دی آپ کی عظمت و مقبولیت کو مسلم لیگ کے لیڈروں نے اپنے لئے خطرہ کا الارم سمجھا کہ اگر اس مردِ مجاہد نے جمعیۃ علماء کی قیادت سنبھال لی، تو عوام کی اکثریت اس کے ساتھ ہوگی اور کوئی بھی مسلم تنظیم نہ اس کے آگے ٹھہر سکے گی نہ کامیاب ہو سکے گی، اس لئے اگر فوری طور پر اس کا تدارک نہ کیا گیا، اور اس کے اثر و رسوخ کو دبانے اور مٹانے میں تاخیر کی گئی، تو لیگ اپنے مقصد میں کامیاب نہ ہو سکے گی، اس لئے شیخ الاسلام کے خلاف مورچہ بندی کا الٹا سیدھا بہانہ ڈھونڈ لیا گیا۔

دسمبر ۱۹۳۷ء میں شیخ الاسلام نے پل بنگش دہلی کے ایک سیاسی جلسے میں تقریر کرتے ہوئے فرمایا کہ انگریز کہتے ہیں کہ قومیں اب وطن سے بنتی ہیں، اسی نظریہ کو پیش کر کے انگریزوں نے عربوں سے کہا تم مستقل ایک قوم ہو، ترک دوسری قوم ہے، عرب عربوں کا ہے، عرب پر عربوں کی حکومت ہونی چاہئے، ترک دوسری قوم ہے؛ عربوں پر کیسے حکومت کر سکتی ہے؟ شریف کو یہی سبق پڑھا کر حجاز میں بغاوت کرا دی، اور جزیرۃ العرب سے ترکی حکومت کا خاتمہ کرا دیا، حالانکہ دونوں مسلمان تھے، اور ایک قوم تھے، اس تاریخی واقعہ کو ذکر کر کے یہ بتانا تھا، کہ انگریز کے اس نظریہ قومیت کو خاطر میں نہ لائیں، بلکہ ہندوستان میں مختلف اقوام متحد ہو کر اجنبی اقتدار سے نبرد آزما ہو جائیں اور اصل مقصد کے پورا ہونے تک ملک میں مشترک حکومت کا قیام اجنبی اقتدار سے بہتر ہے، اور اسلامیان ہند کے مفاد کے پیش نظر ضروری بھی ہے، موجودہ حالات میں یہ جذبہ نہ غیر اسلامی ہے، اور نہ غیر شرعی بلکہ ایک مقصد شرعی کو قریب تر کرنے کیلئے بطور مقدمہ ضروری ہے۔

سیدھی سچی اور غیر مبہم بات کو کس طرح مسخ کیا گیا، اور جھوٹ کا سہارا لیکر کس طرح شیخ الاسلام کے خلاف مورچہ بندی کی گئی، آپ خود دیکھ لیں۔

جلسہ میں لیگی مشہور اخبار ''الامان'' دہلی کا نامہ نگار بھی تھا، بس اس نے ''دیوار پر شہد لگادی'' اور وہ بدنیتی پر مبنی اس کی غلط رپورٹنگ تھی کہ رات جلسہ میں مولانا حسین احمد مدنی نے فرمایا کہ ''ملتیں اب اوطان سے بنتی ہیں، مذہب سے نہیں'' ایڈیٹر الامان شیخ الاسلام کا مخالف اور لیگ کا پر جوش داعی تھا اس نے اس مسخ شدہ رپورٹ کو اخبار کے صفحہ اول پر جلی سرخیوں سے شائع کر دیا اس پر نوٹ لکھے، اور اداریے بھی تحریر کئے بس، کیا تھا۔

ذرّے ہوئے بلند، ہوا ان کو لے اُڑی

پورے ملک میں ایک ہنگامہ برپا ہوگیا، کسی نے اس کو مشرکانہ خیالات بتائے، کسی نے کفریہ کلمات سے تعبیر کیا جتنے منہ اتنی باتیں حالانکہ دوسرے ہی دن بہت سے اخباروں میں شیخ الاسلام کی اصل تقریر بھی شائع ہوگئی تھی جیسے ''انصاری، تیج، احسان، الامان وحدت، انقلاب، زمیندار سب میں اپنے اپنے انداز سے یہ تقریر شائع ہوئی تھی، ان میں الامان اور وحدت جو لیگی اخبار تھے انہوں نے تقریر کے الفاظ کو بدل کر شائع کیا، اور اسی مسخ شدہ رپورٹ کو انقلاب اور زمیندار نے بھی چھاپ دیا وہی مسخ شدہ رپورٹ علامہ اقبال نے اخبار میں پڑھی اور برہم ہوگئے، سر اقبال تمام تر صلاحیتوں کے باوجود سریع الاشتعال تھے اور بعض امور میں بڑے جذباتی تھے، ان کی فکر رسا پر برہمی نے پردے ڈال دئے، اور اخبار میں رپورٹ پڑھ کر شیخ الاسلام پر بڑے ہی جارحانہ انداز اور تلخ ترین لب ولہجہ میں تنقید کر ڈالی اور ان کے وہ تین اشعار، جو ان کے جذبات کی ترجمانی کرتے ہیں، زہر میں بجھے ہوئے خنجر سے کم نہیں، جو بعد میں لیگیوں کے ہاتھ میں جا کر سان چڑھائی ہوئی تلوار بن گئے، حالانکہ ڈاکٹر اقبال بڑے جہاں دیدہ، بلند فکر اور بڑے دیدہ ور تھے اور وہ ہندوستان کے اخبار کی روش سے بھی بخوبی واقف تھے۔ تو پھر ایک مومن صادق کی حیثیت سے ان کا فرض تھا، کہ اس کی تحقیق فرماتے، انہوں نے ایک مخالف اخبار کی رپورٹ پڑھ کر یہ کیسے مان لیا کہ حرم نبوی کا شیخ، عالم اسلام کی سب سے بڑی دانش گاہ دارالعلوم دیوبند کا شیخ الحدیث اور صدر مدرس، سید العارفین حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی کا خلیفہ ومجاز حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی کا تربیت یافتہ شیخ کامل، شیخ الہند کا سجادہ نشین جس کی راتیں مناجات باری میں گذرتی ہیں، اور دن قَالَ اللّٰہُ وَقَالَ الرَّسُوْل کے نغموں سے معمور رہتا ہے، جو کراچی میں پھانسی کا پھندا لٹکتے ہوئے دیکھ کر بھی کلمۂ حق کہنے سے باز نہ آیا، پھر جو انگریزوں کا کھلا ہوا دشمن ہے وہ انگریزوں کی تقلید کا مشورہ مسلمانوں کو کیونکر دے سکتا ہے؟ ایسی غیر اسلامی بات زبان سے کیسے کہہ سکتا ہے، ڈاکٹر صاحب نے مولانا حسین مدنیؒ کے خلاف پھیلائی ہوئی ہفوات کا یقین تو کر لیا، مگر یہ شبہ کیوں نہ ہوا کہ ایڈیٹر الامان جھوٹ بھی بول سکتا ہے، ارشاد باری ہے: اِذَا جَاءَ کُمْ فَاسِقٌ بِنَبَاٍ فَتَبَیَّنُوْا پر نظر کیوں نہ گئی، اور شیخ الاسلام کے طرز عمل کو محمد عربی ﷺ کے مقام ومرتبہ سے ناواقفیت اور بوجہلی وبولہبی سے

تعبیر کرتے ہوئے ان کو جھجک کیوں نہ ہوئی اور ڈاکٹر اقبال کو ان کی دین و دیانت اور ایمانی فہم نے کیوں نہیں ٹوکا؟ اور خود اپنے اوپر ہی بوجہلی اور بولہبی کا لیبل چسپاں کرلیا، افسوس صد افسوس!

شکوہ بے جا بھی کرے کوئی تو لازم ہے شعور

مگر عقل وشعور تو غصہ کی نذر ہو گئے تھے، اور غصہ میں وہی بات زبان سے نکلتی ہے جو بعد میں معافی اور معذرت کا سبب بن جاتی ہے، یہی یہاں بھی ہوا آپ نے جذبات کی رو میں کیا کہا کہ لیگیوں نے بعد میں اس کو دودھاری تلوار بنالیا، انہیں اشعار نے وہ فضا بنادی کہ مخالفین نے شیخ الاسلام کو شیخ الاصنام ہندؤں کا زرخرید غلام اور نہ جانے کیسی کیسی گالیاں دے ڈالیں، خود شاعر مشرق علامہ اقبال بھی ادب وتہذیب اور شائستگی کی حدوں سے گذر گئے، آپ بھی دیکھیں۔

عجم ہنوز نداند رموز دیں ورنہ ☆ زدیوبند حسین احمد ایں چہ بوالعجبی است
سرود برسرِ منبر کہ ملت از وطن است ☆ چہ بے خبر زمقام محمد عربی است
بہ مصطفیٰ برساں خویش را کہ دیں ہمہ اوست ☆ اگر باُو نہ رسیدی تمام بولہبی است

ڈاکٹر اقبال کے ان اشعار کو پڑھ کر عقل حیران ہے کہ کیا، علامہ اقبال عرب وعجم کی مشہور ومعروف اور معتبر ومقبول شیخ الاسلام کی شخصیت سے بالکل ہی ناواقف تھے؟ یا تجاہل عارفانہ سے کام لیا؟ یا علامہ نے شیخ الاسلام کو محض عام سیاسی رہنما تصور فرمالیا؟ یا پھر درونِ پردہ نظریاتی جنگ کا جوش وجذبہ کارفرما تھا کہ وہ وقت کے بلاخیز ہنگاموں میں عقل وخرد سے بیگانہ ہوگئے، یا یہ جہان فکر وعمل یا مادی اور روحانی زندگی سے تعلق کا فرق ہے، اس فرق کو سمجھنے کیلئے خود علامہ اقبال کا یہ شعر کافی ہے۔

پرواز ہے دونوں کی اسی ایک فضا میں
شاہیں کا جہاں اور ہے کرگس کا جہاں اور

بہرحال جو کچھ بھی ہو ڈاکٹر اقبال کے ان شعروں نے سلگتی ہوئی دشمنی کی آگ کو شعلۂ جوالہ بنادیا، جس سے شیخ الاسلام کے خلاف سب وشتم کا دروازہ کھل گیا، جب تنقیدیں، تبصرے اور دشنام طرازیاں بہت بڑھ گئیں، تو اس کا ردعمل بھی ہونا ضروری تھا، ڈاکٹر صاحب کو ان کے اشعار کے خلاف لوگوں نے ان گنت خطوط لکھے، شعراء نے ڈاکٹر اقبال ہی کے لب ولہجہ میں نظموں میں جوابات بھی لکھے، جو اخبار ورسائل کی زینت بھی بنتے رہے، خود اقبال سہیل نے اسی لب ولہجہ، اسی تیور، اسی بحر وقافیہ میں مدلل جواب لکھا، آپ بھی پڑھ لیں کہ پڑھنے کے لائق ہے۔

نظم اقبال سہیل بنام ڈاکٹر اقبال

کسے کہ خردہ گرفتہ است بر حسین احمد ☆ سبک بہ چشم فروزیں سباب بے سببی است
بیان اوہمہ تخییل ، بحث در تفسیر ☆ زبان اوعجمی وکلام در عربی است
کہ گفت بر سر منبر کہ ملت از وطن است ☆ دروغ گوئی وایراد؟ ایں چہ بوالعجبی است
درست گفت محدث کہ قوم از وطن است ☆ کہ مستفاد زفرمودۂ خدا ونبی است
زبانِ طعن کشودی وایں نہ دانستی ☆ کہ فرق ملت وقوم از لطائف ادبی است
تفاوت است فراواں میانِ ملت وقوم ☆ یکے زکیش ودگر کشوری است یانسبی است
بہ ملت ارچہ براہیمی است سرورما ☆ ولے بہ قوم حجازی بہ نسل مطلبی است
زقوم خویش شمرد اہل کفر رابہ اُحد ☆ رسولِ پاک کہ نامش محمد عربی است
خدا بگفت بقرآں لِـكُـلِّ قَـوْمٍ هَـاد ☆ مگر بہ نکتہ کجا پے بُرد کسے کہ غبی است
بقوم خویش خطاب پیمبراں بنگر ☆ پُر از حکایت یا قوم مصحف عربی است
بلند تر بود ازقوم رتبۂ ملت ☆ کہ حبل دین قوی تر زرشتۂ نسبی است
کسے کہ ملت اسلام نور سینہ است ☆ برادراست اگر زنگی است ورحلبی است
مگر زہموطناں درجہاد استخلاص ☆ مجاہدانہ تعاون زروئے حق طلبی است
سلوک ورِفق ومدا رابہ جارِ ذی القربیٰ ☆ عمل بحکم الٰہی واتباع نبی است
محبتِ وطن است ازشعائر ایماں ☆ ہمیں حدیث پیمبر فَـدَيتُـهٗ بِـاَبِـی است
نظر نہ بودن وبادیدہ ور درافتادن ☆ دوگونہ شیوہ بوجہلی وبولہبی است
رموز حکمت ایماں زفلسفی جُستن ☆ تلاشِ لذت عرفاں زبادۂ عنبی است
خموش از سخنِ ناسزاگزیدہ تراست ☆ کہ ہرزہ لاف زدن خیرگی وبےادبی است
بہ دیوبند درآ، گر نجات می طلبی ☆ کہ دیونفس سلحشور ودانش توصبی است
بگیرراہ حسین احمد ار خدا خواہی ☆ کہ نائب است نبی اوہم زآلِ نبی است

شیخ الاسلام نے بار بار اپنے موقف کی وضاحت کی، جونپور کے اجلاس میں بھی اس مسئلہ پر

روشنی ڈالی اور واضح لفظوں میں اپنے نقطۂ نگاہ کو پیش کیا،''متحدہ قومیت اور اسلام'' کے نام سے رسالہ بھی تحریر فرمایا،مگر: خوئے بدرا بہانہ بسیار

لیگ کے ہمنوا اخبار ورسائل شیخ الاسلام کی شخصیت کو مجروح وبدنام کرنے کیلئے خود ساختہ اس کی تشریح وتوضیح کرتے رہے،اور اس کو کھینچ تان کر کفر وشرک کی حدود تک بڑھاتے رہے،اور اپنے طور پر اس کا مفہوم متعین کر کے اس پر اعتراضات کی عمارت کھڑی کرتے رہے،جب کہ مشاہیر اہل علم وتحقیق اور اہل قلم نے شیخ الاسلام کے نقطۂ نگاہ پر دلائل وبراہین کے انبار لگادئے،پھر جب شیخ الاسلام نے اپنے کلام کی وضاحت اور اس کے صحیح ہونے کے دلائل پیش کردئے،تو من گھڑت معنی ومفہوم متعین کرنا،جرم اور بدنیتی کے سوا اور کیا ہے؟

شیخ الاسلام کی وضاحت کے بعد کون ماہر اسلامیات ہے،جس میں یہ جرأت ہو کہ وہ یہ کہہ سکے کہ شیخ الاسلام کا یہ نقطۂ نظر غیر اسلامی ہے۔

مگر لیگ کا مقصد تو شیخ الاسلام کو نشانہ بنانا تھا،اور وہ بناتی رہی،البتہ ڈاکٹر اقبال کو جب حقائق معلوم ہوئے اور جناب طالوت صاحب نے جو شیخ الاسلام اور ڈاکٹر اقبال دونوں سے قربت رکھتے تھے، شیخ الاسلام کو متعدد خطوط لکھ کر توضیحات معلوم کیں،اور ان کو ڈاکٹر اقبال کے سامنے رکھا،تو علامہ نے حق پرستی اور دیانت داری کا ثبوت دیتے ہوئے اور اپنی غلطی کا احساس کرتے ہوئے یہ بیان دیا جو مدینہ بجنور میں ۵؍مارچ ۱۹۳۸ء کو شائع ہوا۔

''واقعی مجھ سے غلطی ہوئی ہے،مجھے غلط خبر پہونچی تھی،جس کی وجہ سے میں نے برافروختہ ہوکر ان پر سخت تنقید کی،اب اصل حقیقت مجھ پر منکشف ہوگئی ہے،اس لئے میں مولانا مدنی سے خواستگار معافی ہوں ،امید کہ مولانا مجھے معاف فرمائیں گے۔''

ڈاکٹر اقبال نے اپنے آخری بیان میں جو''احسان لاہور'' میں شائع ہوا۔اسکی آخری سطر میں تحریر فرمایا کہ''میں ان کو یقین دلاتا ہوں کہ مولانا کی حمیت دینی کے احترام میں،میں ان کے کسی عقیدت مند سے پیچھے نہیں ہوں'' اب ایک سوال یہ رہ جاتا ہے کہ جب ڈاکٹر اقبال نے معافی مانگ لی اور اظہارِ معذرت کردیا،تو انہوں نے ان اشعار کو اپنے مجموعۂ کلام میں کیوں شائع کیا؟ جب کہ اس سے پہلے اس طرح کے درجنوں معاملوں میں ایسا نہیں کیا کہ انہوں نے اعاظم رجال پر سخت ترین اشعار کہے،لیکن جب ان کو توجہ دلائی گئی تو بعد میں انہوں نے ان اشعار کو اپنے مجموعۂ کلام سے خارج کردیا،تو ایسا اس موقع

پر کیوں نہیں ہوا؟ اس کی وجہ یہ ہے کہ اظہار معذرت ۵/ مارچ اور ۲۸/ مارچ ۱۹۳۸ء کو شائع ہوا، اور اس کے بائیس تیئیس دنوں بعد ۲۰/ اپریل ۱۹۳۸ء کو علامہ کا انتقال ہوجاتا ہے، یعنی انہوں نے بستر مرگ سے اظہار معذرت لکھ کر اخباروں کو بھیجا تھا جس کے آخر میں یہ اشعار درج ہیں وہ مجموعۂ کلام، نومبر ۱۹۳۸ء میں شائع ہوا، اگر اقبال کی زندگی میں یہ مجموعہ شائع ہوجاتا تو کوئی وجہ نہ تھی کہ یہ اشعار اس میں شائع ہوتے، اقبال کا طرز عمل تو یہی رہا ہے کہ اگر جذبات سے مغلوب ہوکر کسی کے بارے میں کچھ اشعار کہہ دئے، تو اشاعت کے وقت اس کو مجموعہ کلام میں شامل نہیں فرمایا۔

اگر ''ارمغانِ حجاز'' کے مرتبین دیانت دار ہوتے تو ڈاکٹر اقبال کے طرز عمل کی پیروی کرتے ہوئے ، ان اشعار کو شامل نہ فرماتے، اور ڈاکٹر اقبال کو مورد طعن نہ بننے دیتے، مگر افسوس وہ ایسا نہ کرسکے۔

علامہ اقبال کی معذرت کے بعد لیگی کیا کریں؟

علامہ اقبال کی معذرت اور معافی کے بعد لیگیوں کے ہنگاموں پر اوس پڑ گئی، تو انہوں نے فتنہ انگیزی کی ایک نئی راہ نکالی، لیگی لیڈران حضرت مولانا محمد الیاس صاحب بانی تبلیغی جماعت کو اپنے جلسہ میں لے آئے جو دہلی میں منعقد ہوا تھا خوب دھواں دھار تقریریں ہوئیں، یاوہ گوئی اور لاف وگزاف ہی ان کا سرمایہ تھا، شیخ الاسلام کے خلاف دل کھول کر بھڑاس نکالی، اور مولانا محمد الیاس صاحب کی خوب تعریف وتحسین کی اور بڑی دیدہ دلیری کے ساتھ ان کی زبان بولنے لگی، کہ شیخ الاسلام، مولانا حسین احمد مدنی نہیں، بلکہ صحیح معنی میں شیخ الاسلام حضرت مولانا محمد الیاس صاحب دامت برکاتہم ہیں مقصد یہ تھا کہ مولانا محمد الیاس صاحب دو جملے بھی شیخ الاسلام کے خلاف بول دیں، تو چنگاری کو ہوا دے کر شعلہ جوّالہ ہم خود بنالیں گے، مگر یہ نئی تدبیر بھی کام نہ آسکی۔

جلسہ میں حضرت مولانا محمد الیاس صاحب نے چند جملے کہہ کر اپنی بات ختم کردی، فرمایا ''مولانا حسین احمد مدنی کی سیاسی رائے میری سمجھ سے بالاتر ہے، اگر میں اس سے اتفاق کرتا تو ان کی کفش برداری کرتا، لیکن میں ان کی ذات کے خلاف کوئی بات اپنی زبان پر لاکر جہنم کی آگ خریدنا نہیں چاہتا، کیونکہ میں اللہ تعالیٰ کے نزدیک ان کے مرتبے سے آگاہ ہوں، اس قسم کا حوصلہ وہی جوان کرسکتے ہیں جو حسین احمد کے درجہ ومقام سے واقف نہیں، اور نہ قرآنی اخلاق کی اسلامی حدود سے بہرہ ور ہیں۔ (وما علینا الا البلاغ)

مولانا کے ان چند جملوں سے لیگ والوں کی ساری خوش فہمیوں اور امیدوں پر پانی پھر گیا وہ چمن ہی لٹ گیا، جس میں بہار آنے کو تھی۔

کانگریس اور حکومت سازی

یہ تو آپ کو معلوم ہے کہ الیکشن فرقہ وارانہ بنیاد پر ہوا تھا، جمعیۃ علماء اور مسلم لیگ کا مشترکہ پارلیمنٹری بورڈ تھا، اس کے مقابلہ میں مسلمانوں کی کوئی قابل ذکر پارٹی نہ تھی، اس لئے اس کے امیدار بالعموم جیت گئے، دوسری پارٹی کانگریس تھی اس کے مقابلہ میں مہاسبھا اور رام راجیہ پریشد جیسی فرقہ پرست جماعتیں تھیں، مگر ان کا ہندو عوام پر کوئی اثر نہ تھا، اس لئے تمام صوبوں میں کانگریس کے امیدوار کامیاب ہو گئے، جیتنے والوں میں کانگریس کے امیدوار سب سے زیادہ تھے، اسلئے حکومت نے ان کو وزارت بنانے کی دعوت دی، اور جس صوبے میں مسلم اکثریت تھی اس میں مسلم لیگ کو اور پنجاب میں یونینسٹ پارٹی کو حکومت بنانے کی دعوت دی گئی، یہ آپ جان چکے ہیں کہ ۱۹۳۵ء کے ایکٹ میں گورنر کے اختیار لامحدود تھے، کانگریس نے گورنر کے اختیارات کو محدود کرنے کا مطالبہ کیا، جب حکومت نے ایک حد تک اس کو تسلیم کرلیا، تو کانگریس نے صوبوں میں اپنی وزارتیں بنائیں۔

جب وزارتوں کی تشکیل کا موقع آیا، تو کرسی کی لالچ میں مسلم لیگ کا رخ یکا یک بدل گیا، نہ جمعیۃ علماء کے وعدے یاد رہے، نہ الیکشن میں اسکے احسانات: اب انہیں کرسی کے سوا کچھ یاد نہ تھا، مسلم لیگ اس پر مصر تھی، کہ سب سیٹوں پر مسلم لیگ کے ہی آدمی مقرر ہوں، کانگریس اپنے مسلم ممبر رکھنا چاہتی تھی، چونکہ مسلم لیگ الیکشن کے میدان میں ایک طاقت بن کر ابھری تھی، اسلئے اس کے تیور بدل گئے تھے، حالانکہ یہ طاقت بھی جمعیۃ علماء اور دوسری نیشنلسٹ جماعتوں نے فراہم کی تھی، مگر کیا پتہ تھا: کہ کل یہ اپنے وعدے بھول جائے گی، یہی وہ موڑ ہے جہاں جمعیۃ علماء دھوکہ کھا گئی، اب ایک طرف کانگریس کے مجاہدین آزادی تھے، تو دوسری طرف مسلم لیگ کے جیتے ہوئے نمائندے، جنہوں نے ایک طرف ''الحربُ خُدْعَةٌ'' کو حرز جان بنا کر کامیابی حاصل کی تو دوسری طرف مسلمانوں کے مستقبل کو زیر و زبر کر ڈالا:

یک لحہ غافل بودم وصد سالہ منزل دور شد

کانگریس کی یہ وزارتیں کچھ کم وبیش ڈھائی سال تک قائم رہیں اور ۱۹۳۹ء میں آغاز جنگ کے بعد مستعفی ہو گئیں۔

مدح صحابہ ایجی ٹیشن

۱۹۳۹ء میں لکھنؤ میں دس سال کے اندر پانچویں بار مدح صحابہ کا مسئلہ پھر اٹھ کھڑا ہوا، لکھنؤ میں ۳۰-۳۲/سال سے یہ حکم نافذ کر دیا گیا تھا کہ اہل سنت والجماعت جن کی تعداد شہر میں اسی ہزار سے زیادہ تھی اور شیعوں کی تعداد صرف اٹھارہ ہزار تھی، مگر سنیوں کو اپنے پیشوایانِ مذہب، صحابہ کرام، خلفائے راشدین رضوان اللہ علیہم اجمعین کی مدح وثناء کی اجازت نہیں تھی، بار بار اس مسئلہ پر قید وبند اور جرمانہ وسزا کی نوبت آ چکی تھی۔ ۳۰/مارچ ۱۹۳۸ء کو ''ایجی ٹیشن'' کے موقع پر حکومت نے یہ اعلان کیا کہ ''گورنمنٹ یہ واضح کر دینا چاہتی ہے کہ پہلے تین خلفاء کی مدح پڑھنا خواہ عام مقام پر ہو یا کسی شخصی مقام پر اب یہ زیر بحث نہیں، بہر حال یہ حق سنّیوں کو بلا شک وشبہ حاصل ہے۔

مگر عملاً حکام نے اس حکم کو نافذ نہیں کیا اور بدستور مدح صحابہ کے جلوس پر امن وامان کے نام سے پابندیاں عائد رہیں۔ ۱۹۳۸ء میں ''مجلس تحفظ ناموس صحابہ'' لکھنؤ کے سکریٹری نے شیخ الاسلام سے رہنمائی چاہی، تو آپ نے بذریعہ خط ان کو مکمل رہنمائی فرمائی اور سخت احتجاج کا مشورہ دیا، اور احتجاج کا طریقہ کار بھی تحریر فرمایا، اور پھر جب ایجی ٹیشن اور قانون شکنی کا فیصلہ ہو گیا، تو آپ نے بذات خود اور مولانا عطاء اللہ شاہ بخاری لیڈر احرار اسلام اور دیگر مشاہیر علماء کے ساتھ لکھنؤ پہنچ کر تحریک میں حصہ لیا اور ایجی ٹیشن کو کامیاب بنانے کی کوشش کی۔

۱۹۳۹ء میں شیخ الاسلام کا سفر حج

مدینہ منورہ سے گرفتار ہو کر شیخ الاسلام مالٹا کی قید میں رہے، وہاں سے ہندوستان تشریف لائے، حالات کی نزاکت نے خاندان والوں سے ملنے کا موقع نہیں دیا۔ ۱۸-۱۹/سال کے بعد ۱۹۳۹ء میں حرمین شریفین کی زیارت کا شرف حاصل ہوا، زمانہ حج میں سلطان بن سعود نے شیخ الاسلام کو شرف ملاقات بخشا اور خلعتِ شاہی سے نوازا، دارالعلوم دیوبند کیلئے حکومت حجاز کی طرف سے طبع شدہ کتابیں عنایت فرمائیں، جو آج دارالعلوم کے کتب خانہ میں ''عطیہّ سعودؔ'' کے نام سے محفوظ ہے۔

○❖○

کتاب المسائل: مفتی محمد سلمان منصورپوری

حقوق کی بیع کے مسائل

پھیری لگانے کا حق فروخت کرنا

اگر کوئی شخص پھیری لگا کر اپنی ایک لائن بنائے اور لوگوں کو اپنے مال کا تعارف کرائے، پھر اُس لائن کو وہ کسی دوسرے پھیری لگانے والے کو فروخت کرنا چاہے، تو بیع کے طور پر تو اُس کا عوض لینا جائز نہیں ہے؛ البتہ اگر وہ دوسرے شخص کی عملاً رہنمائی کرے، یعنی ساتھ جا کر دوکانوں سے رابطہ کرادے، تو ''اُجرۃ الخدمۃ'' کے طور پر طے شدہ رقم لینے کی گنجائش ہوگی۔ (مستفاد: تجویز دسواں فقہی اجتماع/ اِدارۃ المباحث الفقہیہ جمعیۃ علماء ہند حج ہاؤس ممبئی ۱۴۳۵ھ)

وفي الأشباه: لا يجوز الاعتياض عن الحقوق المجردة (الدر المختار) قال في البدائع: الحقوق المفردة لا تحتمل التمليك ولا يجوز الصلح عنها. أقول: وكذا لا تضمن بالإتلاف. قال في شرح الزيادات للسرخسي. وإتلاف مجرد الحق لا يوجب الضمان؛ لأن الاعتياض عن مجرد الحق باطل. (رد المحتار / كتاب البيوع ۳۳/۷ زكريا)

حدثنا ليث أبو عبد العزيز قال: سألت عطاء عن سمسرة؟ فقال: لا بأس بها.

(المصنف لابن أبي شيبة ۲٤۷/۱۲، رقم: ۲۳٤۷٦)

دوا سپلائی کرنے کا حق فروخت کرنا

اگر کوئی شخص میڈیکل اسٹوروں پر دوائی سپلائی کرتا ہے اور اُس نے کافی محنت کر کے مثلاً سو دوکانوں سے ربط پیدا کیا، اَب اگر وہ اُس جگہ کو چھوڑ کر کہیں اور جانا چاہے اور اُن متعینہ سو دوکانوں کی سپلائی کو کسی دوسرے کے ہاتھ متعین قیمت پر فروخت کرنا چاہے، تو یہ بیع درست نہ ہوگی؛ کیوں کہ یہ کوئی لازمی حق نہیں ہے؛ اِس لئے کہ میڈیکل اسٹور والا اِس کا پابند نہیں ہے کہ وہ کسی متعین سپلائر سے ہی دوا خریدے؛ تاہم اگر پہلا شخص کسی دوسرے شخص کو اپنے ساتھ لے جا کر خریداروں سے متعارف کرادے، تو اُس محنت

کی اُجرت لے سکتا ہے؛ گویا کہ وہ دلال کے حکم میں ہوگا۔ (مستفاد: تجویز دسواں فقہی اجتماع/ ادارۃ المباحث الفقہیہ جمعیۃ علماء ہند حج ہاؤس ممبئی ۱۴۳۵ھ)

وبطل بيع ما ليس بمال، والمال ما يميل إليه الطبع، ويجري فيه البذل والمنع (رد المحتار / كتاب البيوع ٢٣٥/٧ زكريا)

ولم ير ابن سيرين وعطاء وإبراهيم والحسن بأجر السمسار بأسًا. (صحيح البخاري ٣٠٣/١)

اخبار ہاکر کا اپنا حق فروخت کرنا

اگر کوئی شخص کسی بلڈنگ کی مختلف فلیٹس میں منیجر کی اِجازت سے اَخبار ڈالنا شروع کرے اور محنت کرکے وہاں اپنا ایک ہاکری کا حق بنالے، پھر کسی وجہ سے وہ اپنے اُس حق کو کسی دوسرے ہاکر کو فروخت کرنا چاہے، تو شرعاً عقد بیع کی طرح تو اُس کو فروخت نہیں کرسکتا؛ البتہ دوسرے ہاکر کی رہنمائی کرنے پر بطور دلالی کے اُس سے کچھ متعین عوض لے سکتا ہے۔

الحقوق المجردة لا يجوز الاعتياض عنها كحق الشفعة، فلو صالح عنه بمال بطلت ورجع به. (غمز عيون البصائر في شرح الأشباه والنظائر ٢٨٧/٢)

سئل محمد بن سلمة عن أجرة السمسار، فقال: أرجوا أنه لا بأس به وإن كان في الأصل فاسدًا لكثرة التعامل وكثير من هذا غير جائز، فجوزوه لحاجة الناس إليه كدخول الحمام. (رد المحتار / كتاب البيوع ٨٧/٩ زكريا، الفتاوى الولوالجية ٣٤٤/٣)

فرنچائز کا شرعی حکم

فرنچائز (یعنی کسی بڑی کمپنی کا اپنا ٹریڈ مارک مقررہ عوض کے بدلہ میں تاجر کو استعمال کرنے کا اختیار دینا) دورِ حاضر میں عرف وتعامل کی وجہ سے ایک مالی حق بن چکا ہے؛ لہٰذا اُس کا عوض لینا جائز ہے اور بنیادی طور پر یہ عقد اِجارہ ہے، جس میں اِجارہ کی سبھی شرائط ملحوظ رکھنا لازم ہے۔ اور فرنچائز لینے والے کی ذمہ داری ہے کہ فرنچائز کے مقررہ معیار اور جائز شرطوں کی خلاف ورزی نہ کرے۔ (تجویز: پندرہواں فقہی اجتماع/ اِدارۃ المباحث الفقہیۃ جمعیۃ علماء ہند، نخبۃ المسائل ۵۱۶/۳)

عقد يجوز المرخص له حق انتاج السلع التي تحمل العلامة بكميات معينة، أو في حدود إقليم معين في مقابل أجرٍ معلومٍ. (عقد الترخيص الصناعي ص: ٧)

حقوق الامتياز:- إن بيع الاسم التجاري والعلامة التجارية قد تطوّر في عهدنا بما يسمى بيع حقوق الامتياز، وأصبحت له صور متعددة منشعبة، وحاصل هذا الحق أن مالكًا لحق من حقوق الاسترباح يبيع ذلك الحق إلى آخر إما مطلقًا أو لمدةٍ معلومةٍ أو في مكانٍ معلومٍ ...... الخ. وحيث جاز بيع الاسم التجاري والعلامة التجارية كما أسلفنا، فإن بيع حق الامتياز أولىٰ بالجواز؛ فإنه ليس مجرد حق، وإنما يصحبه بعض الأعيان وكثير من الخدمات، مثل التدريب على تقنية مخصوصةٍ، والإشراف الدائم على عمل صاحب الامتياز بما يجعله موافقًا للمواصفات التي حازت سمعة فيما بين المستهلكين، ويُبعده عن احتمال الغش والتدليس.

فإن نقل هذا الحق إلى من اشتراه بصفة دائمة؛ فإنه بيع، وإن نقل إليه لمدة معلومة؛ فإنه إجارة يجب أن تراعى فيه أحكام الإجارة، وبما أن هذا النوع من حق الامتياز يمنح اليوم عادةً لمدة معلومةٍ في مكانٍ معلومٍ، وليس بصفة دائمة، فمحل الأحكام المتعلقة بها كتاب الإجارة. (فقه البيوع / المبحث الثالث الشرط الأول مالية المبيع حقوق الامتياز ١/٢٧٩-٢٨٠، رقم العنوان: ١١٤ المكتبة النعيمية ديوبند)

حقِ ایجاد کی بیع

حقِ ایجاد یعنی پہلی مرتبہ کسی چیز کو ایجاد اور اُس کی تخلیق کرنا یا پہلے سے ایجاد شدہ چیز کو نئے قالب اور نئی شکل میں ڈھالنا، پس جو شخص کوئی ایسا کارنامہ انجام دے، پھر قانوناً اُسے اپنے نام رجسٹرڈ کرالے کہ اُس کی اِجازت کے بغیر کسی کے لئے ہو بہو اُس چیز کو بنانا یا فروخت کرنا قانوناً جائز نہ ہو، تو ایسا شخص اپنا حق ایجاد فروخت کرسکتا ہے؛ کیوں کہ عرفاً یہ حق قیمتی بن گیا ہے۔

المستفاد: والمالية تثبت بتمول الناس كافةً أو بعضهم، والتقوم يثبت بها وبإباحة الانتفاع به شرعًا. (رد المحتار على الدر المختار / كتاب البيوع ٧/١٠، زكريا ديوبند)

○❖○

جامعہ کے شب وروز

مہتمم جامعہ کے اسفار: مورخہ:۱۶؍نومبر ۲۰۲۵ء کو جمعیۃ علماء ضلع لکھیم پور کی طرف سے بعنوان ''سیرت رسول اکرم و پیام انسانیت'' ایک اجلاس منعقد ہوا، جس میں حضرت والا بحیثیت صدر جمعیۃ علماء یوپی شرکت فرمائی اور خطاب فرمایا۔ ۱۷؍نومبر ۲۰۲۵ء کو ہلدھر مئو ضلع گونڈہ میں اصلاح معاشرہ کے پروگرام میں شرکت فرمائی اور بعد نماز مغرب مدرسہ انوار الاسلام مہوا بسم اللہ خان میں محکمہ شرعیہ ضلع بلرامپور کا افتتاح فرمایا اور بعد نماز عشاء مدرسہ فیض العلوم غرہ ضلع گونڈہ کے جلسہ دستار بندی میں شرکت اور خطاب فرمایا۔ ۱۸؍نومبر ۲۰۲۵ء کو لہرپور ضلع سیتاپور میں ۸؍اضلاع پر مشتمل اجلاس مجالس منتظمہ منعقد ہوا، جس میں حضرت والا نے بحیثیت صدر شرکت فرمائی اور خطاب فرمایا۔ ۱۹؍نومبر ۲۰۲۵ء کو ''دارالعلوم الاسلامیہ'' بستی میں ۹؍اضلاع پر مشتمل اجلاس مجلس منتظمہ منعقد ہوا، جس میں حضرت والا نے شرکت اور خطاب فرمایا۔ ۲۰؍نومبر ۲۰۲۵ء کو مولانا ابوالخیر صاحب کی دعوت پر جامعہ شرقیہ اعظم گڑھ کے سالانہ جلسہ میں شرکت اور خطاب فرمایا۔ اور ۲۱؍نومبر ۲۰۲۵ء کو ''جامعہ شرقیہ'' اعظم گڑھ میں ۸؍اضلاع پر مشتمل اجلاس مجلس منتظمہ میں شرکت فرمائی اور خصوصی خطاب فرمایا۔ ۲۶؍نومبر ۲۰۲۵ء مولانا احسان اللہ صاحب قاسمی کی دعوت پر دہلی تشریف لے گئے اور وہاں مسجد میں اصلاحی خطاب فرمایا۔ ۲۸؍نومبر ۲۰۲۵ء کو مولانا محمد خالد صاحب نائب صدر جمعیۃ علماء اترپردیش کی دعوت پر مسوری تشریف لے گئے اور وہاں ''اصلاح معاشرہ اور حالات حاضرہ'' پر خطاب فرمایا۔ ۳۰؍نومبر ۲۰۲۵ء کو قاری رحمت اللہ صاحب کی دعوت پر ''مدرسہ عربیہ عرفانیہ دارالقرأت'' مئوائمہ الہ آباد کے جلسہ دستار بندی میں شرکت وخطاب فرمایا۔

واردین صادرین: جناب مولانا محمد شریف صاحب قاسمی مع رفقاء مرکز نظام الدین دہلی، جناب مولانا مفتی محمد ساجد صاحب قاسمی استاذ دارالعلوم دیوبند، جناب حاجی محمد سلیمان صاحب پناما، جناب مولانا محمد ساجد صاحب مظاہری سہارنپور، جناب قاری وکیل الرحمٰن صاحب مہتمم مدرسہ بدرالعلوم گنگوار، جناب مولانا محمد یاسر صاحب قاسمی اعظمی مع رفقاء وغیرہ رونق افروز ہوئے۔

وفیات: ماہِ رواں میں درج ذیل حضرات کے انتقال کی خبریں موصول ہوئیں، جامعہ میں ایصال ثواب کا اہتمام کیا گیا، قارئین سے بھی دعائے مغفرت کی درخواست ہے: حضرت مولانا پیر عبدالرحیم صاحب نقشبندی ابن حضرت مولانا پیر عبدالمالک صاحب نقشبندی، خوشدامن صاحبہ مولانا مشیر احمد صاحب قاسمی سعد اللہ نگر ضلع گونڈہ، والدہ محترمہ مولانا محمد مشتاق صاحب عنفر صدر جمعیۃ علماء صوبہ آسام، حافظ شمس الدین صاحب فخرپور بہرائچ، فیروزہ خاتون اہلیہ حاجی مختار منجھیڑا بجنور، ڈاکٹر عبدالکریم نزد مسجد سنگم نگر ناگپور، مفتی محمد اعجاز صاحب رحمانی استاذ حدیث جامعہ رحمانی مونگیر ساکن موضع چکلا پورنیہ، حاجی راحت جان ڈونکپوری ٹانڈہ ضلع رامپور، حاجی محمد صدیق صاحب عمری کلاں والد ماجد قاری نفیس الرحمٰن صاحب، شیخ رشید الدین ابن شیخ رسول مرحوم موضع پارسمنی پورنیہ، حاجی محمد شکیل ویلکم سیلم پور دہلی، نذیر خان نل کھیڑا ایم پی، نثار احمد عرف للن شیخ پورہ، معشوق علی شیخ سرائے، مجاہد علی عرف للن ترکپٹی، اہلیہ انیس احمد شیخ پورہ، محمد ادریس شجاع الپور خیرآباد سیتاپور۔

❍❖❍

Postal - Regd. No. U.P./MRD. DN37/2024-26 R.N.I. -News Paper Regd. No. 47941/88
Monthly Date of issue: 02/03/04/05/01/2026
NIDA - E - SHAHI
Jamia Qasmia Madrasa Shahi Moradabad (U.P.) India. Rs/=50

اہل خیر سے خصوصی گزارش

ہوش ربا گرانی، کاغذ، طباعت اور ترسیل وغیرہ کے اخراجات میں بے پناہ اضافہ کی وجہ سے ماہنامہ ''ندائے شاہی'' کو تسلسل کے ساتھ جاری رکھنا اور بروقت قارئین کرام تک پہنچانا مشکل ہورہا ہے؛ اس لئے اہل خیر حضرات سے گزارش کی جاتی ہے کہ اس دینی تحریک کو قائم رکھنے میں اپنا قیمتی تعاون پیش فرمائیں اور درج ذیل ''بارکوڈ'' کے ذریعہ رقومات ارسال فرماکر شکریہ کا موقع عنایت فرمائیں، نوازش ہوگی۔

ادارہ ماہنامہ ندائے شاہی مرادآباد

موبائل نمبر: 9058103289 - 9410679786

Naimuddin 7599249582